POSTED ON 2 Jan. 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.) 41/2006-08 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8.

قیمت Rs.5/=

طاقت سے بھرپور بخشی کا صحت بخش ٹانک

شربت اکسیر

جسمانی کمزوری دُور کرنے میں بے مثال

ایس اے بی بخشی کمپنی

۳۲، مولانا شوکت علی اسٹریٹ (کولوٹولہ) کولکاتا - ۷۳

Phones: 033-22373039, 033-22377646

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

بچیوں کے لئے کہانیوں کا مجموعہ

سفید گڑیا

اس کی ہر کہانی دلچسپ بھی اور سبق آموز بھی

آج ہی حاصل کریں

ناشر البدر بک سینٹر

مہاجنی ٹولہ، سرائے میر، اعظم گڑھ، یوپی 9839591434

● جلد: ۵۷ ● شمارہ: ۲ ● ۴؍جنوری ۲۰۰۹ء ● 4 Jan. 2009 ● اتوار ● ۶؍محرم الحرام ۱۴۳۰ھ ● قیمت Rs.5/= ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲؍ریال ● Posting: 2Jan. 2009 Friday

کہیں لفظی جنگ حقیقی جنگ میں تبدیل نہ ہوجائے

ممبئی حملوں کے بعد ہندوستان اور پاکستان میں لفظی جنگ کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں یہ لفظی جنگ حقیقی جنگ میں تبدیل نہ ہوجائے۔ حالانکہ دونوں ممالک ظاہری طور پر یہ بات کہہ رہے ہیں کہ وہ جنگ نہیں چاہتے اور نہ ہی اس کی پہل کریں گے لیکن عملی طور پر اس کی تیاریوں میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جارہی ہے۔ سرحدوں پر بڑی تعداد میں فوجیوں کو تعینات کرکے کشیدگی کو دعوت دی جارہی ہے۔ فوجیوں کی چھٹیاں منسوخ کی جارہی ہیں اور انہیں ڈیوٹی پر آنے کو کہا جارہا ہے۔ دفاعی اور جنگی حکمت عملیوں پر غور ہورہا ہے۔ حکومت فوج کے سربراہوں کے ساتھ میٹنگیں کررہی ہے۔ فوج کے سربراہ بھی سرحدی علاقوں کا دورہ کرکے وہاں کے حالات اور تیاریوں کا جائزہ لے رہے ہیں اور حکومت کو ساری باتوں کی جانکاری دے رہے ہیں۔ مجموعی طور پر ارادتاً یا غیر ارادتاً کچھ ایسی باتیں ہورہی ہیں جو غیر ضروری جنگ کو دعوت دے رہی ہیں۔

یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ کارگل کی لڑائی کے بعد بڑی مشکل سے دونوں ملکوں کے تعلقات بحال ہوئے ہیں۔ جامع مذاکرات کے تحت ہوئے کئی دور کے مختلف سطح کے مذاکرات کے نتیجے میں تعلقات اتنے بہتر ہوگئے کہ ماضی کے تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے تھے۔ فضائی رابطوں کے علاوہ سمجھوتہ اور تھار ایکسپریس کی صورت میں دو دو ریل رابطے قائم ہوگئے تھے۔ کئی روٹ کی بسیں چلنے لگی تھیں، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے زیر انتظام کشمیر کے درمیان ٹرکوں سے تجارت شروع ہوگئی تھی۔ عارضی پرمٹ کی بنیاد پر دونوں کشمیر کے لوگوں کو ایک دوسرے کے یہاں آنے جانے کی اجازت مل گئی تھی جس سے تعلقات اور آپسی بھائی چارگی کو فروغ مل رہا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دونوں ممالک نئے نئے راستوں سے تجارت کو فروغ دینے کے بارے میں سوچ رہے تھے اور اس پر زور دے رہے تھے لیکن ایک ہی جھٹکے میں تمام تعلقات داؤ پر لگ گئے اور حالات کشیدہ ہوگئے۔

ممبئی حملوں کے بعد دونوں ملکوں کی طرف سے غیر ضروری بیان بازی نے ماحول اس قدر خراب کردیا ہے کہ سرحد پر دونوں ملکوں کی فوج الرٹ ہے جنگ کے لئے صرف ایک اشارے کا انتظار ہے۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ۲۶؍نومبر کو ممبئی میں ہوئے دہشت گردانہ حملوں کے بعد محض ایک ماہ کے اندر حالات اتنے خراب ہوجائیں گے کہ جنگ کی باتیں کی جانے لگیں گی۔ اپنے اپنے شہریوں کو ایک دوسرے کے یہاں سفر کرنے سے روکنا ظاہر کرتا ہے کہ جنگ کے امکانات ہیں۔ غور طلب امر یہ ہے کہ دونوں ممالک یہ بات بار بار دہرا رہے ہیں کہ وہ جنگ نہیں چاہتے لیکن دوسری طرف جنگ کا سامان فراہم کرکے اسے مسلط کرنے کی کوشش بھی کررہے ہیں۔ ایک طرف سرحدوں پر لاکھوں کی تعداد میں فوجیوں کو تعینات کرکے انہیں ہائی الرٹ کی پوزیشن میں کردیا گیا ہے، فضائی حدود میں چوکسی بڑھا دی گئی ہے اور یہ بات کہی جارہی ہے کہ اگر ان پر جنگ مسلط کی گئی تو اس کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ اور دوسری طرف یہ بھی کہا جارہا ہے کہ وہ جنگ نہیں چاہتے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دونوں جنگ نہیں چاہتے تو مسلط کون کرے گا پھر بڑے پیمانے پر جنگ کی اتنی تیاریاں کیوں؟ دونوں ملکوں میں کچھ عناصر ایسے ہیں جو نہیں چاہتے کہ دونوں کے تعلقات خوشگوار رہیں اور عوام میں دوستی اور میل جول بڑھے۔ وہ عناصر کچھ نہ کچھ ایسی حرکتیں کرتے رہتے ہیں جو حالات کو کشیدہ بنانے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ وہ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ دونوں ملکوں کے تعلقات کی ڈور بہت کمزور ہوتی ہے۔ جسے توڑنا بہت آسان ہوتا ہے۔ تعلقات کو بہتر کرنے میں کافی وقت لگتا ہے کہ لیکن حالات کو خراب کرنے میں ذرا بھی وقت نہیں لگتا۔ کسی بھی واقعہ کے ذریعے چنگاری لگا کر دونوں ملکوں کو کبھی بھی جنگ میں ڈھکیلا جاسکتا ہے۔ یہ عناصر ماضی میں بھی اپنا رول ادا کرچکے ہیں اور اب بھی وہ اسی طرح کی حرکتیں کررہے ہیں اور دونوں ملکوں کی حکومتیں ان کے بہکاوے میں آکر جنگ کی طرف اپنا قدم بڑھا رہی ہیں جبکہ دونوں ملکوں کے عوام کی اکثریت کبھی نہیں چاہتی کہ آپس میں لڑائی ہو وہ ہمیشہ دوستی اور میل جول کی حامی رہی ہے اور یہ ان ہی کی خواہش اور لگن کی دین ہے کہ وقتی طور پر اگر حالات خراب بھی ہوجاتے ہیں اور جنگ ہوجاتی ہے پھر بھی حکومتیں تعلقات کو بحال کرنے پر مجبور ہوجاتی ہیں اور جب سے پاکستان کا قیام ہوا ہے آج تک کچھ اسی طرح کی صورتحال ہے۔ دونوں ممالک کو ان عناصر کی حرکتوں اور بہکاوے میں آکر تعلقات کو داؤ پر لگانے کے بجائے اس پر غور کرنا چاہئے کہ یہ عناصر اپنے مقصد میں کامیاب کیوں ہوجاتے ہیں۔ انہیں کیا کرنا چاہئے کہ عوام کی اکثریت کی خواہش کا بول بالا رہے۔ بار بار حالات خراب کرنا پھر صحیح کرنا دونوں ملکوں کے مفاد میں نہیں ہے اور موجودہ اقتصادی کساد بازاری کے دور میں دونوں ملکوں کو مزید تباہی اور بربادی سے گریز کرنا چاہئے۔ اسی میں دونوں کی بھلائی ہے۔ جنگ سے کسی کا بھلا نہیں ہوگا کسی کو کم اور کسی کو زیادہ نقصان دونوں کو ہوگا۔ اس لئے لفظی جنگ اور عملی تیاریوں کے ذریعے انجانے میں جو قدم حقیقی جنگ کی طرف بڑھ رہے ہیں اسے روکنے کی سنجیدہ کوشش کرنی چاہئے۔ دونوں ملکوں کے عوام اور بین الاقوامی برادری کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ غیر ضروری جنگ کو روکنے کی پوری کوشش کریں۔ (ص ن)

کیا یہ یادگاریں فلاحی مملکت کا عملی نمونہ ہیں؟

ورن ویوستھا، ذات پات کی اونچ نیچ والے ظلم واستحصال کے ردعمل والی بولی بولتے ہوئے جب بہوجن سماج پارٹی کے لیڈر کانشی رام اور مایاوتی "تلک ترازو اور تلوار، ان کو مارو جوتے چار" جیسے نعرے لگایا کرتے تھے اور اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے ہی اعلیٰ ذات والوں کو سبھا میں سے اٹھ کر چلے جانے کی ہدایت دیا کرتے تھے وہ یہ بھی کہتے تھے برہمن ملک میں پانچ فیصد ہیں اور دہلی کے راج گھاٹ پر ان کے دو تین مردہ لوگوں نے سیکڑوں ایکڑ زمین گھیر رکھی ہے۔ اس وقت وہی مایاوتی لکھنؤ کے اقتدار پر جلوہ افروز ہیں اور وہ اپنے اور دوسرے دو تین دلت لیڈروں کے مجسمہ جات نصب کرنے اور یادگاریں قائم کرنے میں سینہ منوواد یوں سے ہزاروں گنا آگے جارہی ہیں۔ انھوں نے پورے لکھنؤ کو اپنے اور اپنی برادری کے چند لیڈروں کی جاگیر بنا دیا ہے جہاں ہزاروں کروڑ روپے محض یادگاروں کے قیام پر ضائع کررہی ہیں کہ جن کا فلاحی، سیکولر اور جمہوری مملکت کے تصور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں ایکڑ زمین پر یہ یادگاریں قائم کی جارہی ہیں۔ ریاست میں مایاوتی حکومت کا سارا زور یادگاریں قائم کرنے پر صرف ہورہا ہے۔ اکیلے لکھنؤ میں کم از کم دس بڑی بڑی یادگاریں انتہائی کارآمد وبیش قیمت زمینوں پر بن چکی ہیں یا بنائی جارہی ہیں۔ کچھ یادگاریں نئی قائم کی جارہی ہیں، کچھ پرانی یادگاروں کو منہدم کرکے بنائی جارہی ہیں جو چند سال قبل خود مایاوتی ہی کے سابقہ دور حکومت میں پروجیکٹ بنا کر تعمیر کی گئی تھیں۔ ان تعمیرات کی راہ میں سرمایہ، زمین یا مین پاور کچھ بھی رکاوٹ نہیں بن رہا ہے حتیٰ کہ یہ حقیقت بھی کہ معاملہ ہائی کورٹ میں زیر سماعت ہے۔ کہنے والے کہہ رہے ہیں کہ یہ سب کچھ اس ریاست میں وسائل وذرائع ضائع کرکے کیا جارہا ہے جہاں معاشی ومعاشرتی حالات ملک بھر میں سب سے زیادہ بدحالی سے دوچار ہیں۔ اپوزیشن پارٹیاں اس کی مخالفت کررہی ہیں اور برسراقتدار آنے پر ان سب کو زمین دوز کرنے کی باتیں کررہی ہیں لیکن مایاوتی پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑ رہا ہے، وہ خودستائی اور من مانی کر رہی ہیں۔ خود ان کے اپنے چار مجسمے نصب کئے جاچکے ہیں جبکہ اور تیار کئے جارہے ہیں۔ مایاوتی کا کہنا ہے کہ وہ اپنے سرپرست کانشی رام کی خواہش کی تکمیل کررہی ہیں جو چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ میرے مجسمے بھی نصب کئے جائیں۔ یاد رہے کہ مجسمے عام طور سے مرنے کے بعد نصب کئے جاتے ہیں مایاوتی اپنی زندگی میں ہی اپنے مجسمے نصب کروارہی ہیں۔

گومتی ندی کے کنارے پر ۱۱۲۳ ایکڑ زمین پر ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر سماجک پریورتن استھل بنایا جارہا ہے۔ حکومت جو یادگاریں بنا رہی ہے یہاں ان میں سب سے زیادہ سرمایہ صرف کرکے پتھر کا کام کیا جارہا ہے جس پر چھ سو کروڑ روپے صرفہ کا تخمینہ ہے۔ اس کا نقشہ اولاً مایاوتی ہی کے پہلے دور اقتدار میں 1995ء میں ستیش گجرال نے بنایا تھا جو پچیس ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا تھا۔ جس کو لکھنؤ ڈیولپمنٹ اتھارٹی نے ۲۰۰۲ء میں پندرہ سو کروڑ روپے کے صرفہ سے پورا کردیا تھا۔ مایاوتی نے مئی ۲۰۰۷ء میں پھر سے برسراقتدار آنے کے بعد اس کو زمیں بوس کرنے کا فیصلہ کردیا۔ اس طرح امبیڈکر ساہتیہ سنستھان ومیوزیم، ستکار بھون اور اس سے متصل امبیڈکر اسٹیڈیم منہدم کرڈالے اور اس پروجیکٹ کے لئے پھر سے دوسو کروڑ روپے مختص کردیئے۔ یہ پروجیکٹ مارچ ۲۰۰۹ء میں پورا کردیا جائے گا۔ ریاستی حکومت نے اس کے پورا ہوجانے کے بعد اس کی دیکھ بھال کے لئے لکھنؤ اتھارٹی کو ۱۶۰ کروڑ روپے پہلے ہی دے دیئے ہیں۔ یوپی راجکیہ نرمان نگم اس پروجیکٹ پر کام کر رہا ہے۔ ستیش گجرال کے نقشے میں ایک بڑا گنبد، ایک کثیر المقاصد کمپلیکس، ایک جھیل اور ایک میوزیم تھا جس پر دولت سوراماؤں کی پینٹنگ نقش ونصب کی گئی تھیں۔ نئے نقشے میں جھیل ختم کردی گئی ہے اور کئی نئی عمارتیں شامل کرلی گئی ہیں۔ امبیڈکر کا ایک بڑا مجسمہ نصب کیا جائے گا۔ ایک امبیڈکر گیلری زیر تعمیر ہے جس پر ساٹھ کروڑ روپے صرفہ کا تخمینہ ہے جس میں مایاوتی اور پانچ دیگر دلت ہیروز کے مجسمے نصب کئے جائیں گے۔ بیش قیمت پتھروں کے گیٹ بنائے جارہے ہیں۔ پارٹی کے انتخابی نشان ہاتھی کے سروں کے کئی ستون پتھر تراش کر بنائے جارہے ہیں۔ حکومت نے ہدایت جاری کردی ہے کہ اس علاقے میں یادگار سے اونچا کوئی ڈھانچہ تعمیر نہ کیا جائے۔ یہاں ایک آرٹ گیلری اور ایک ہاتھی کورٹ بھی ہے۔ جس میں پارٹی کے انتخابی نشان کے ساتھ سنگی مجسمے ہیں ہر ایک کی قیمت ۵۶ لاکھ روپے ہے۔ تمام ڈھانچے راجستھان، مرزاپور اور پہاڑپور سے لائے ہوئے گلابی پتھروں سے بنائے گئے ہیں۔ گزشتہ دنوں ایل ڈی اے نے میموریل کے لئے پارکنگ تیار کرنے کی غرض سے علاقے کے تین روڈ بند کرنے کا فیصلہ کردیا۔ گومتی کے کنارے پر روڈ کو بند کرتے ہوئے ایک پولیس چوکی بھی تعمیر کردی گئی ہے۔ الہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بنچ میں مفاد عامہ کی پٹیشن دائر ہونے پر ایل ڈی اے نے سڑکوں کا استعمال ٹرانسپورٹ سے پبلک استعمال کے لئے تبدیل کردیا۔ اس پروجیکٹ کے لئے ایک اسٹیڈیم اور کرائم برانچ کا ایک آفس بھی زمیں بوس کردیا گیا۔

جیل روڈ عالم باغ پر مانیہ ور کانشی رام میموریل چوبیس ایکڑ زمین پر بن رہا ہے۔ ۲۰۰۳ء میں اس زمین پر مایاوتی ہی نے ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر میدان تیار کیا تھا جس کا مقصد سیاسی ریلیاں اور کلچرل پروگرام قرار دیا گیا تھا۔ اس پر ۶۰۵۴ کروڑ روپے خرچ ہوئے تھے۔ مایاوتی نے پھر سے وزیراعلیٰ بننے پر یہاں کانشی رام کی یادگار بنانے کا فیصلہ کردیا اس پروجیکٹ پر اب تک ۱۱۰ کروڑ روپے خرچ ہوچکے ہیں اور افسران کا کہنا ہے کہ اس کی تکمیل

باقی صفحہ ۸ پر

بلا تبصرہ

بنگلور واقعے کی جو تفصیلات آئی ہیں ان سے یہ قطعی ظاہر نہیں ہوتا کہ مکرم کے پاس کوئی ہتھیار تھا۔ وہ صرف پولیس یا حفاظتی دستے کی گرفت سے بچ نکلنا چاہتا تھا لیکن ان کیلئے خطرہ نہیں تھا۔ مگر معمولی مجرم کے خلاف انتہائی سخت اقدامات کرنا پولیس اور حفاظتی دستوں کا جیسے وطیرہ بن چکا ہے۔ ممبئی میں راہل راج کے انکاؤنٹر کا معاملہ بھی ابھی پرانا نہیں پڑا اور مکرم نے تو بس ٹریفک قانون کی خلاف ورزی کی تھی۔ اس سے پولیس اور حفاظتی دستوں کا سلوک ان کی شبیہ کو بے رحم اور سفاک بناتا ہے۔

ماخوذ از اداریہ "ہندوستان"
۳۰؍دسمبر ۲۰۰۸ء

خبر ونظر

مولانا آزاد اور تصور پاکستان

مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمہ کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ مطالبۂ پاکستان کے شدید مخالف تھے۔ مخالفت کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی تھا، جیسا کہ ان کے سوانح پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے، کہ مولانا مرحوم کو اندیشہ تھا کہ پاکستان کو ہمیشہ ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف ایک سیاسی اور نفسیاتی حربے کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ یہ نئی مملکت برصغیر کے مسلمانوں کا مسئلہ تو کیا حل کرے گی، الٹا ان کے لئے ایک مستقل مسئلہ بن جائے گی۔ اس احساس میں اُس وقت بہت سے مسلم رہنما اور دانشور بھی شریک تھے۔ حتیٰ کہ محمد علی جناح بھی ایک درجے میں یہی احساس رکھتے تھے۔ ان رہنماؤں کے یہ اندیشے اُس طرز عمل کی بنیاد پر تھے جو ہندو مہاسبھا اور انڈین نیشنل کانگریس کے بعض لیڈروں نے تصور پاکستان کے بارے میں اختیار کر رکھا تھا۔ پھر دنیا کے مشاہدین یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ دوقومی نظریے اور مطالبہ پاکستان کی مخالفت میں انڈین نیشنل کانگریس کی لیڈرشپ مخلص نہیں ہے۔ بلکہ درپردہ اس کی حوصلہ افزائی کررہی ہے۔ ایچ ایم سیروائی نے اپنی مشہور کتاب "تقسیم ہند، مفروضہ یا حقیقت" میں واضح کیا ہے کہ متحدہ ہندوستان کے تصور کے سلسلے میں اگر آئی این سی کا کوئی بڑا لیڈر مخلص تھا تو وہ تھے مولانا ابوالکلام آزاد۔

پھر تاریخ نے دیکھا

اور پھر تاریخ نے دیکھا کہ مولانا آزاد کا یہ اندیشہ حرف بہ حرف درست ثابت ہوا۔ اس پر ۶۱ سال کا عرصہ گواہ ہے۔ سب سے پہلے تو تقسیم کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں پر ڈال کر ان کے خلاف نفرت اور فسادات کا بازار گرم کیا گیا بعد میں ہر ہر قدم پر اور ہر ہر معاملے میں مسلمانوں کو پاکستان کے ساتھ وفاداری کے طعنے دینے کا سلسلہ شروع ہوا۔ پاکستان کے خلاف تینوں جنگوں کے موقع پر ہندوستانی مسلمانوں کی گرفتاریاں جیتے جاگتے طعنے تھے۔ ایک سیاسی ذہن نے تو پاکستان کے وجود کو ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف اپنی سیاست کی مستقل بنیادوں میں شامل کرلیا۔ واضح رہنا چاہئے کہ یہ سیاسی ذہن کسی ایک سیاسی پارٹی تک محدود نہیں ہے، ہر پارٹی میں اور ملکی زندگی کے ہر شعبے میں موجود ہے۔ کوئی مسلمان، خواہ وہ کسی بھی مقام ومرتبہ کا ہو، کسی ایسے معاملے میں زبان نہیں کھول سکتا جو پاکستان کے ساتھ متنازعہ ہو کہ مبادا اس کی بات سے پاکستان کی حمایت ظاہر ہوجائے۔ ہندوستانی سیاست کا یہ پاکستانی فیکٹر اتنی سنگین صورت اختیار کرگیا کہ یہاں کے مسلمان کسی ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی پوزیشن میں نہیں رہے اور کم از کم اس معاملے میں عملاً دوسرے درجے کے شہری بن کر رہ گئے۔ اس کے برعکس نقلی دیش بھکتوں کے لئے پاکستان کا وجود مسلمانوں کو دبانے کا انتہائی موثر اور کارگر ہتھیار بن گیا۔

زباں بندی کا ایک بڑا مظاہرہ

ملک کے سیاسی معاملات میں پاکستانی فیکٹر کو ہندوستانی مسلمانوں کی زباں بندی کے لئے استعمال کئے جانے کا ایک بڑا مظاہرہ حال ہی میں بمبئی کے واقعات کے بعد دیکھا گیا۔ ابتدائی خبروں میں "ڈیکن مجاہدین" کا نام آیا لیکن فوراً بعد یہ لائن اختیار کرلی گئی کہ دس حملہ آور پاکستان سے آئے تھے، سب مسلمان تھے اور انہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ پاکستان کی حمایت حاصل تھی۔ اس لائن کو انڈین اسٹیٹ کی لائن قرار دے دیا گیا۔ گویا اب اس لائن کے خلاف جو کوئی کسی بھی پہلو سے سوال اٹھائے گا، ملک کا غدار قرار پائے گا۔ ہیمنت کرکرے کی موت پر عبدالرحمٰن انتولے کے سوال کے خلاف طوفان برپا کرکے یہ پیغام بھی دے دیا گیا کہ طے شدہ موقف کو اس کی جزویات کے ساتھ تسلیم کرنا ہر شہری کے لئے لازم ہے۔ اب حقائق سے کسی کو کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہئے۔ ہندو دہشت گردی کو بے نقاب کرنے کا باب عملاً بند ہوچکا ہے۔ کرکرے کو موت کی دھمکیاں دینے والوں کو اب کچھ نہ کہا جائے۔ وہ دیش بھکت ہیں۔ ناپسندیدہ لوگوں کو مارنے کا کام بھی وہ دیش بھکتی کے جذبے کے تحت ہی کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے تعلق سے یہ آزادی کے بعد کی سنگین ترین صورتحال ہے۔ پتہ نہیں مسلم قیادت کو کہاں تک اس کا احساس ہے (پ ر)

بنگلہ دیش میں جمہوریت کی واپسی

سات برس کے طویل وقفے کے بعد گزشتہ ۲۹؍دسمبر کو ہمسایہ بنگلہ دیش میں عام انتخاب ہوا، جس کے نتائج کا اعلان ہوچکا ہے۔ ان نتائج نے ہر کسی کو حیران کردیا ہے۔ کیونکہ رائے دہندگان نے بہت واضح فیصلہ دیا ہے۔ ان کے خیال میں نہ صرف ملک کو رائے دہندگان کے واضح فیصلے کی ضرورت تھی بلکہ کسی ایک پارٹی کے حق میں بھرپور وزن ڈالنے کی ضرورت بھی تھی۔ لہٰذا انھوں نے چودہ سیاسی جماعتوں کے اتحاد کو بھاری اکثریت سے کامیاب بنایا۔ واضح رہے کہ اس اتحاد کی لگام سابق وزیراعظم شیخ حسینہ واجد کی عوامی لیگ کے پاس ہے۔ اس اتحاد میں عوامی لیگ کے علاوہ بنگلہ دیش کے ایک سابق حکمراں جنرل حسین محمد ارشاد کی جاتیہ پارٹی، ورکرز پارٹی، جاتیہ سماج تانترک دل اہم ہیں۔ کامیابی بھی انہی چار جماعتوں کو ملی ہے۔ دوسرا اتحاد بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی کی سربراہی میں بنا تھا جس کے اہم اجزاء میں جماعت اسلامی بنگلہ دیش جاتیہ پارٹی اہم ہیں۔ اس بار تین درجن سے بھی زیادہ سیاسی جماعتیں میدان میں تھیں، آزاد امیدواران کے علاوہ تھے۔

یوں تو بنگلہ دیش کی پارلیمانی نشستوں کی مجموعی تعداد ۳۴۵ ہے مگر براہ راست الیکشن تین سو نشستوں کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ ۴۵ نشستیں خواتین کے لئے مخصوص ہیں جو بالواسطہ الیکشن کے ذریعے پر کی جاتی ہیں۔ یہ نویں عام انتخابات تھے۔ انہیں ہونا چاہئے تھا ۲۰۰۶ء میں لیکن عبوری حکومت نے انہیں منسوخ کردیا اور ملک میں ایمرجنسی لگادی لہٰذا اب دو سال کی تاخیر سے یہ عام انتخابات ہوئے ہیں۔ بنگلہ دیش میں رائے دہندگان کی مجموعی تعداد 81058698 ہے ان میں سے 41236149 خواتین ووٹر ہیں، گویا نصف سے زیادہ، الیکشن ۲۹۹ نشستوں کے لئے ہوئے تھے۔ ایک نشست کے لئے انتخاب آئندہ جنوری کی بارہ تاریخ کو ہوگا۔ اس نشست کا انتخاب ایک امیدوار کے انتقال کی وجہ سے منسوخ کیا گیا ہے۔ اس بار مجموعی طور پر ۱۵۵۵ امیدوار میدان میں تھے، ان میں ۱۴۸ آزاد اور ساٹھ خواتین امیدوار بھی شامل ہیں۔ عوامی لیگ کے امیدواروں کی مجموعی تعداد ۲۶۵، بی این پی کے ۲۵۹، جاتیہ پارٹی کے ۴۸ اور جماعت اسلامی کے ۳۹ امیدوار شامل ہیں۔

تادم تحریر ۲۹۵ نشستوں کے نتائج کا باضابطہ اعلان ہوا ہے۔ بعض حلقوں کے نتائج کا اعلان اس لئے نہیں ہوا ہے کہ وہاں دوبارہ پولنگ کا حکم دیا گیا ہے۔ بنگلہ دیش انتظامی اعتبار سے چھ ڈویژنوں (۱) باری سال (۲) چٹاگانگ (۳) ڈھاکہ (۴) راج شاہی (۵) کھلنا اور (۶) سلہٹ اور ۶۴ اضلاع پر مشتمل ہے۔ پارلیمانی نشستوں کی تقسیم کچھ اس طرح ہے: (۱) باری سال کے لئے ۲۱، (۲) چٹاگانگ کے لئے ۵۸ (۳) ڈھاکہ کے لئے ۹۴ (۴) راج شاہی کے لئے ۷۲ (۵) کھلنا کے لئے ۳۶ اور (۶) سلہٹ کے لئے ۱۹ پارلیمانی نشستیں مخصوص کی گئی ہیں۔ جن ۲۹۵ پارلیمانی نشستوں کے نتائج کا اعلان ہوچکا ہے بہ لحاظ ڈویژن اور بہ لحاظ پارٹی ان کی تقسیم

باقی صفحہ ۸ پر

حزب اللہ کے سربراہ کی ہدایت

بیروت۔ حزب اللہ کے لیڈر سید نصراللہ نے کہا ہے کہ انھوں نے اپنے لڑاکوؤں سے کہا ہے کہ وہ لبنان پر کسی امکانی اسرائیلی حملے کی وجہ سے چوکنا رہیں۔ انھوں نے ایک اجتماع میں کہا کہ غزہ پر حالیہ اسرائیلی حملہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے لبنان پر اسرائیلی حملے جو حزب اللہ کے ساتھ ۳۴ دن کی لڑائی کے دوران سال ۲۰۰۶ء میں ہوئے تھے۔ اس لڑائی میں لبنان کے بارہ سو افراد اور اسرائیل کے ۱۵۸ افراد ہلاک ہوئے تھے۔

آسٹریلیائی حکومت حنیف سے معافی مانگے

ملبورن۔ کوئنس لینڈ کی وزیراعظم انابلیگ نے کہا ہے کہ آسٹریلیائی حکومت کو اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے بے قصور ہندوستانی ڈاکٹر محمد حنیف سے معافی مانگنی چاہئے۔ کیونکہ کسی حکومت کے غلط قدم کی ذمہ داری کوئی حکومت ہی لیتی ہے۔ محمد حنیف گزشتہ برس گرفتاری سے پہلے کوئنس لینڈ میں ہی کام کررہے تھے۔

افغانستان میں کناڈا کا نقصان

ٹورنٹو۔ افغانستان میں طالبان کی لڑنے والی اتحادی فوج میں ۲۰۰۲ء میں شامل ہوئے کناڈا نے ابھی تک سو سے زیادہ فوجیوں کو کھویا ہے جبکہ اس کے تین سو ساٹھ سے زیادہ فوجی زخمی ہوچکے ہیں۔ افغانستان میں ناٹو کی قیادت میں ۲۷۰۰ فوجی تعینات ہیں۔

کشیدگی کم کرنے کی کوشش

اسلام آباد۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان پیدا شدہ کشیدگی کے درمیان دونوں ملکوں کے فوجی امور کے ڈائریکٹر جنرلز نے ہاٹ لائن پر بات چیت کی۔ ویسے دونوں ملکوں کے فوجی افسروں کے درمیان عام طور پر ہر منگل کو ہاٹ لائن پر بات چیت ہوتی ہے۔ کشیدگی کے پیش نظر مذکورہ بات چیت ایک دن قبل ہوگئی۔ ادھر پاکستان کے فوجی سربراہ جنرل اشفاق پرویز کیانی نے ہندوستان کے ساتھ بڑھتی کشیدگی کو کم کرنے اور ٹکراؤ سے پرہیز کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

مالی بحران آئندہ برس بھی

نئی دہلی۔ ورلڈ بینک، عالمی مالیاتی فنڈ اور امریکہ کے اقتصادی ماہرین کی اہم تنظیم نیشنل ایسوسی ایشن آف بزنس اکنامسٹس جیسے کئی بڑے اداروں کے ذریعے کرائے گئے الگ الگ جائزوں میں کہا گیا ہے کہ سال ۲۰۰۹ء میں ضروری اشیاء کے دام ۲۳ فیصد تک گرسکتے ہیں اور گزشتہ تقریباً پچیس برسوں میں پہلی بار دنیا کو اقتصادی شرح نمو اور ٹریڈ پول میں گراوٹ کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ ورلڈ بینک کے جائزہ میں کہا گیا ہے کہ سال کے پہلے چھ ماہ کے دوران دنیا کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ بے روزگاری کا ہوگا۔ غرضیکہ آئندہ برس بھی مالی بحران خطرناک شکل اختیار کرے گا۔

مسلم ممالک کیلئے فنڈ کی منظوری

جدہ۔ اسلامک سالیڈیریٹی فنڈ (آئی ایس ایف) نے پانچ مسلم ممالک بنگلہ دیش، انڈونیشیا، برکینا فاسو، اردن اور چاڈ کے لئے ۲.۷ ملین ڈالر کے فنڈ کو منظوری دی ہے۔ آئی ایس ایف کے مقاصد میں رکن ممالک میں غربت کا خاتمہ شامل ہے۔

تیل کی پیداوار میں کمی

کویٹو۔ ایکواڈور کی حکومت نے تیل پیدا کرنے والے ممالک کی تنظیم اوپیک کی ہدایت کے مطابق تیل کی پیداوار میں کمی کے لئے متعلقہ کمپنی کو ہدایت دی ہے۔ واضح رہے کہ گزشتہ ماہ دسمبر کے اوائل میں اوپیک کے رکن ممالک نے خام تیل کی قیمتوں میں استحکام لانے کے لئے تیل کی پیداوار میں چار لاکھ بیرل یومیہ کمی کا فیصلہ کیا ہے۔

اہل بیت سے محبت نجات کا ذریعہ

مفتی تنظیم عالم قاسمی، استاذ حدیث دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد

یوں تو ہر مرد وعورت کا دل اہل بیت کی محبت سے ہمیشہ معمور رہتا ہے مگر ماہ محرم الحرام کے آغاز پر اہل بیت بالخصوص حضرت حسینؓ اور میدان کربلا میں جام شہادت نوش کرنے والے تمام اہل بیت کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت، اہل خاندان، ازواج مطہرات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد امجاد سے محبت کی جائے۔ حد درجہ ان کے ساتھ ادب واحترام کا معاملہ کیا جائے، کوئی ایسی حرکت، کوئی عمل یا کوئی فعل ایسا صادر نہ ہو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد یا اہل بیت کی شان میں گستاخی اور بے ادبی تصور کی جاتی ہے۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کو تکلیف ہوگی اور ان کی اذیت رسانی کا باعث ہوگا۔ دنیا میں بھی آج یہ دستور ہے کہ کسی سے اگر محبت کی جاتی ہے تو اس کی ازواج، اولاد، ماں باپ، خاندان اور متعلقین کے ساتھ بھی تعلقات استوار رکھے جاتے ہیں، گھر کے افراد کے ساتھ دشمنی رکھتے ہوئے اس گھر کے ذمہ دار سے محبت کا دعویٰ بے معنی ہے، بچوں کو تکلیف پہنچانے سے والدین کو تکلیف پہنچنا ایک فطری بات ہے۔ اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

''اور اس بنا پر کہ تم اللہ سے محبت رکھتے ہو مجھ سے محبت رکھو اور میرے اہل بیت کو میری محبت کی وجہ سے عزیز ومحبوب رکھو'' (ترمذی) یعنی اللہ سے محبت رکھنے کے سبب مجھ سے محبت کرو کیونکہ محبوب کا محبوب اپنا محبوب ہوتا ہے اور اس پس منظر میں میرے اہل بیت سے بھی بہتر سلوک کرو کہ ان سے مجھے پیار اور محبت ہے۔ ایک اور موقع پر آپؐ نے اہل بیت کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے مشابہت دیتے ہوئے ان کی محبت وعظمت کو ذریعۂ نجات قرار دیا۔ ایک دن حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ کا دروازہ پکڑے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا: ''یاد رکھو! تمہارے حق میں میرے اہل بیت کی وہی اہمیت ہے جو نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہوگیا اس نے نجات پالی اور جو شخص اس کشتی میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا''۔ (مسند احمد)

یعنی جس طرح طوفان نوح علیہ السلام کے وقت وہی شخص زندہ وسلامت بچا اور اس دنیا میں باقی رہا جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہوگیا تھا اور جو شخص سوار نہیں ہوا وہ ہلاک ہونے سے بچ نہیں سکا۔ طوفان کی بلاخیز موجوں نے اس کا نام ونشان تک مٹا کر رکھ دیا۔ ٹھیک اسی طرح امت محمدیہ کے حق میں اہل بیت ایک ایسی پناہ گاہ ہیں کہ جو شخص ان کے دامانِ عاطفت سے وابستہ ہوگیا، جس نے ان کے اکرام واحترام اور ان کی محبت ومتابعت کو لازم پکڑ لیا اس نے دارین میں نجات پالی اور جو شخص ان کے دامن محبت ومتابعت سے وابستہ نہیں ہوسکا وہ دونوں جہاں میں ہلاک ہونے سے بچ نہیں سکتا خواہ وہ کتنا ہی مال لٹا دے، کیسی ہی عزت وجاہ کا سہارا لے لے''۔ (مظاہر حق جدید: ۷/ ۴۱۸)

مذکورہ حدیث سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اہل بیت کا کیا مقام ومرتبہ ہے۔ ان کے ادب واحترام، ان کے ساتھ حسن سلوک کو شریعت نے کتنی اہمیت دی ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کی ساری کوششوں کا حاصل جہنم سے نجات اور خلاصی کا پانا ہے۔ ساری عبادتوں کے باوجود اگر اہل بیت کے ساتھ عداوت، دشمنی یا بغض اور کینہ رکھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس کی نجات یقینی نہیں ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے اہل بیت سے محبت اور حسن سلوک کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔

ایک طویل حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ پر عمل کرنے اور اس کے احکام وہدایات کو مضبوطی سے تھامنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دو چیزیں تمہارے درمیان چھوڑ کر جارہا ہوں، ان کے ساتھ اگر تم نے اچھا معاملہ کیا تو خدا بھی تمہارے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا۔ ایک قرآن شریف اور دوسرے میرے اہل بیت۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کے حقوق یاد دلاتے ہوئے فرمایا: ''میں تمہیں اللہ کا وہ عذاب یاد دلاتا ہوں جو میرے اہل بیت کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی اور تقصیر کے سبب ہوگا''۔ یہ جملہ آپ ﷺ نے دومرتبہ ارشاد فرمایا۔ (مشکوٰۃ ۵۶۸)

قرآن پاک کا تعلق عمل اور اتباع سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا تعلق محبت اور اکرام واحترام سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کی عظمت واہمیت کو بیان کرنے کے لئے یہ جملہ دومرتبہ ارشاد فرمایا اور قرآن پاک کو جو کتاب ہدایت ہے اس کے فوراً بعد اہل بیت کے حقوق کی طرف توجہ دلائی جس سے ان کی غیر معمولی اہمیت، عظمت اور مقام رفعت کا پتہ چلتا ہے۔ اسی لئے وہ تمام مسلمان جو راہ راست پر ہیں ان کے دل ودماغ میں اہل بیت سے محبت، حد درجہ ان کے ادب واحترام اور غایت درجہ کے تعلق کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا تذکرہ ہو اور عقیدت سے نگاہیں نہ جھک جائیں یا کسی کے سامنے حضرت حسینؓ اور میدان کربلا میں جام شہادت نوش کرنے والے اہل بیت کی مظلومیت کا ذکر کیا جائے اور آنکھیں نم نہ ہوجائیں۔ بلاشبہ محرم الحرام کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی تمام مسلمانوں کے ذہن وقلوب میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت اطہار کی مظلومانہ اور سفاکانہ شہادت کے نقوش ابھرنے لگتے ہیں اور دلوں میں ان کی عقیدت ومحبت اور معاندین کے ساتھ نفرت کے جذبات ٹھاٹھیں مارنے لگتے ہیں۔

اہل بیت کے سلسلے میں متعدد روایات منقول ہونے کی وجہ سے ان کی عظمت اور واجب الاحترام ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ البتہ غور طلب پہلو صرف یہ ہے کہ اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں؟ آج کل ایک عام رجحان بنتا جارہا ہے کہ اہل بیت سے مراد صرف حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے معاشرے میں جب بھی اہل بیت کا لفظ بولا جاتا ہے عام طور پر لوگوں کا ذہن ان ہی چار نفوس قدسیہ کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اگرچہ بعض ایسی روایتیں بھی منقول ہیں جن سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت میں صرف ان ہی چار کو شامل کیا ہے، جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سیاہ رومی چادر اوڑھے ہوئے تھے، اتنے ہی میں حسن بن علیؓ آگئے تو ان کو اس چادر میں لے لیا، پھر حسینؓ آگئے، ان کو بھی اسی طرح چادر کے اندر داخل فرمالیا، اس کے بعد حضرت فاطمہؓ پھر علی مرتضیٰؓ آگئے، ان کو بھی چادر میں داخل فرما لیا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اے اہل بیت اللہ تم سے گندگی کو دور کرنا اور اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے''۔ (الاحزاب) اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آیت پڑھنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں''...... (ابن جریر)

لیکن اہل سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اہل بیت کا انحصار ان ہی چاروں پر نہیں ہے جیسا کہ بعض گروہوں کا خیال ہے بلکہ یہ چاروں نفوس قدسیہ اہل بیت میں شامل ہیں، مفسرین کی وضاحت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اہل بیت کے حقیقی اور اولین مصداق ہیں، چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ، سعید بن جبیرؒ، عکرمہ ومقاتل کا یہی مسلک ہے۔ حضرت عکرمہ نے تو بازار میں منادی کروی تھی کہ آیت میں اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں، کیونکہ یہ آیت ان ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں اس پر مباحثہ کرنے کے لئے تیار ہوں''۔ (دیکھئے الدر المنثور: ۶/ ۶۰۳)

جس آیت میں اہل بیت کا تذکرہ ہے وہ یہ ہے: ''اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں، اے نبیؐ کے گھر والو اور ستھرا کردے تم کو ہر طرح سے'' (الاحزاب: ۳۳) یعنی شیطانی اور معاصی اور قبائح سے اللہ تعالیٰ اہل بیت کو محفوظ رکھے گا اور ظاہراً وباطناً، عقیدۃً وعملاً ہر طرح سے پاک کردے گا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ فتوحات کثیرہ کی بنا پر جب مسلمان آسودہ حال ہونے لگے تو ازواج مطہرات نے اپنی فقر وفاقہ کی حالت ختم کرنے کی خاطر اپنے خرچ واخراجات میں اضافہ کا مطالبہ پیش کیا تھا، اللہ تعالیٰ کو دنیا کی طرف اس قدر التفات پسند نہیں آیا اور یہ آیات نازل کیں، ان میں ازواج مطہرات کے لئے آداب اور شرف وفضل اور مقام ومرتبہ کو وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے۔ مذکورہ آیت جس میں اہل بیت کا تذکرہ ہے ان ہی آیات میں سے ایک آیت ہے۔ اس آیت کے پہلے اور بعد میں بھی ازواج مطہرات ہی کو مخاطب کیا گیا ہے تو پھر ازواج مطہرات کو درمیان آیت کے مضمون (اہل البیت) اور اس کے مصداق میں شامل نہ کرنا آیت کو اس کے عبارتی تسلسل اور معنوی سیاق وسباق سے الگ کردینا ہے، چنانچہ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہ آیت ازواج مطہرات کو شامل ہے کیونکہ آیت کا سیاق وسباق پوری شدت سے اس کا متقاضی ہے۔ پس ازواج مطہرات کو اہل بیت کے مصداق سے خارج کرنا اور ان کے علاوہ دوسروں کو اس مصداق کے ساتھ مختص کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ یہ کہنا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے کہ اہل بیت کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور ازواج مطہرات ہیں اور ان میں حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ بھی شامل ہیں، نیز حضرت علیؓ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی نسبت وتعلق اور خانگی قرب رکھنے کے سبب اہل بیت میں سے ہیں۔

مشہور مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریا آبادی مذکورہ آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں: ''اہل سنت کا اس میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں کہ آیت کا سبب نزول ازواج النبی ہی ہیں اور اہل بیت سے اولاً وہی مراد ہیں البتہ گفتگو اس میں ہوئی ہے کہ آیا ان کے علاوہ بھی کوئی مراد ہے؟ سو محققین اہل سنت کا فیصلہ ہے کہ لفظ کے عموم میں ازواج نبی کے علاوہ بھی ہستیاں داخل ہیں''۔ (تفسیر ماجدی صفحہ ۸۴۸) اہل بیت سے ازواج مطہرات کے حقیقی مصداق ہونے میں علمائے کرام نے درجہ ذیل دلائل دئے ہیں: (۱) عرف عام میں اہل بیت، اہل خانہ اور اردو میں گھر والے یا گھر والی بیوی ہی کو کہا جاتا ہے، ماں، بہن، بیٹی اور داماد اور ان کی اولاد کے لئے اہل بیت، اہل خانہ اور گھر والوں کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ (۲) قرآن مجید کے دوسرے مقام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ (حضرت سارہ) کو اہل البیت کے لفظ سے خطاب کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت سے اس آیت میں بھی ازواج مطہرات ہی مراد ہیں۔ (۳) اگر مذکورہ آیت تطہیر سے ازواج مطہرات مراد نہ لی جائیں تو معنی ومفہوم کا تسلسل بگڑ جاتا ہے۔ البتہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے ذریعے ان چاروں نفوس قدسیہ کو بھی اہل بیت میں شامل کیا، جیسا کہ روایات میں ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان کے دونوں صاحبزادوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھ ان کے شوہر اور اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو ایک کملی میں اپنے ساتھ لے کر یہ دعا فرمائی: ''اے اللہ! یہ بھی میرے اہل بیت ہیں ان سے بھی ہر طرح کی برائی اور گندگی کو دور فرمادے اور ان کو مکمل طور سے مطہر وپاک صاف فرمادے''۔ (الدرالمنثور) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے، اس لئے اس دعا کے سبب یہ لوگ بھی اہل بیت میں داخل ہوگئے اور اہل بیت کے یہ بھی حقیقی مصداق ہیں، مگر اولین مصداق ازواج مطہرات ہیں۔

اگر اہل بیت میں اولین طور پر یہ چار نفوس قدسیہ شامل ہوتے تو پھر ان کے لئے دعا کی ضرورت کیا تھی؟ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ مجھے بھی آپ اس دعا میں شامل کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو پہلے سے ہی (ازواج میں ہونے کے سبب) خیر پر ہو، یعنی تمہیں اس کی حاجت نہیں۔

صحیح اور انصاف کی بات یہ ہے کہ اہل بیت میں ان چار نفوس قدسیہ کے علاوہ ازواج مطہرات حقیقی اور اولین مصداق کے طور پر شامل ہیں بلکہ بقول بعض بنوہاشم یعنی آل علیؓ، آل جعفرؓ اور آل عقیلؓ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ان سب کا احترام ہمارے اوپر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے اس کو محدود کرنے کے بجائے اس میں وسعت دیتے ہوئے اعتدال وتوازن سے کام لینا چاہئے کہ افراط وتفریط دونوں ہلاکت کے دو دہانے ہیں۔

••

توبہ

مفتی مشتاق تجاروی

توبہ کے لغوی معنی پلٹنے یا مراجعت کرنے کے آتے ہیں۔ شریعت میں توبہ کے دو پہلو ہیں: ایک بندے کی توبہ دوسرے اللہ تعالیٰ کا متوجہ ہونا۔ بندے کی توبہ کا مطلب ہے کہ بندے نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجوع کیا۔ یہ رجوع گناہوں سے معافی اور استغفار کے لئے بھی ہوسکتا ہے اور مزید عبادت واطاعت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔

جب توبہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتو اس کے معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ ہوا اور رحمت الٰہی نے بندے کی توبہ قبول کی۔

جہاں تک گناہوں سے توبہ کا تعلق ہے تو کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے جبکہ صغیرہ گناہ دیگر نیکیوں کے ذریعے یا محض فضل الٰہی سے معاف کردیئے جاتے ہیں۔ کبیرہ گناہ بڑا جرم ہے اس کی جب تک معافی نہ مانگی جائے اس وقت تک معاف نہیں ہوتا۔ اور معافی بھی دراصل کوئی ضابطہ کا عمل نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق زیادہ تر قلب سے ہے۔ اگر قلب پورے طور پر متوجہ ہوا اور اس گناہ کے آئندہ نہ دہرانے کا عزم مصمم ہو تبھی توبہ قبول ہوگی، محض زبان سے کلمہ استغفار نکال دینا کافی نہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

''اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کے لئے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر بیٹھتے ہیں اور اس کے بعد جلدی ہی توبہ کرلیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہوجاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور حکیم ودانا ہے''۔ (النساء: ۱۷)

گناہوں سے توبہ کے علاوہ توبہ بذات خود ایک مطلوب اور پسندیدہ عمل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ توبہ کی فضیلت بیان کی، قرآن پاک میں مومنین کی ایک پسندیدہ صفت ''التائبون'' (توبہ کرنے والے) بیان کی گئی ہے۔ توبہ کرنے والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ پسند کرتا ہے۔ ایک آیت میں ہے: ''اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک وصاف رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے''۔ (البقرہ: ۲۲۲)

مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی گئی ہے: ''اے اللہ مجھے بہت زیادہ توبہ کرنے والوں اور بہت زیادہ پاک وصاف رہنے والوں میں شامل فرما''۔

......اور بھی متعدد قرآنی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات میں توبہ کی فضیلت وارد ہوئی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ توبہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کا اہم ذریعہ ہے: توبہ دراصل اللہ تعالیٰ کی انتہائی عظمت اور قدرت کا اعتراف ہے۔ توبہ اگر گناہ سے کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بندے کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور وہ ایک ایسی صاحب قدرت واختیار ہستی ہے جسے اس جرم کی پاداش میں بندے کو سزا دینے کا پورا اختیار ہے۔ ساتھ ہی بندے کو اس بات کا بھی یقین ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اس کو سزا دینے کا پورا اختیار رکھتا ہے اسی طرح اگر بندہ معافی مانگے تو معاف کرنے کا بھی پورا اختیار رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بندے کا یہ اعتقاد بہت پسند ہے۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غایت درجہ خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کا تذکرہ کئی حدیثوں میں ہے۔ ایک حدیث بخاری ومسلم کی یہ ہے:

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص اپنے اونٹ پر سوار ایک بے آب وگیاہ ریگستان سے گزر رہا تھا کہ کسی طرح اس کا اونٹ گم ہوگیا۔ اس اونٹ پر اس کا کھانا وپانی وغیرہ تھا۔ وہ اونٹ کی واپسی سے مایوس ہوکر ایک درخت کے سائے میں لیٹ گیا۔ وہ اسی حال میں تھا کہ اچانک اس نے دیکھا کہ اس کا اونٹ اس کے پاس کھڑا ہے۔ شدت خوشی میں اس کے منھ سے نکلا: ''اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں'' یعنی شدت جذبات سے ایسی بدحواسی طاری ہوئی کہ زبان سے جو کہنا چاہتا تھا وہ نہ نکلا۔ اس شخص کو اپنے بھاگے ہوئے اونٹ کی واپسی سے جتنی خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جب اس کا بندہ اس سے توبہ کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

توبہ ایک مطلوب اور پسندیدہ عمل ہے۔ بندے سے ہمہ وقت توبہ واستغفار مطلوب ہے۔ گناہ سے توبہ گناہ کو معاف کرانے کا سبب ہے اور درجات کو بلند کرنے کا بھی۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے جب توبہ محض انابت الی اللہ کے لئے ہو تو یہ تقرب کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کی صفت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا میں دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری)

توبہ کوئی لمحاتی عمل نہیں ہے۔ نہ یہ آغاز کار ہے اور نہ کوئی منزل ہے، بلکہ توبہ بندے سے ہمہ وقت اور ہر آن محبوب ہے۔ یہ لمحاتی اس معنی میں ہے کہ یہ ہر لمحہ مطلوب ہے نہ کہ کسی خاص موقع پر۔ یہ ابتداء سے انتہاء تک ہر جگہ مطلوب ہے۔ انابت الی اللہ کی ابتداء بھی توبہ سے ہوتی ہے اور اس کی غایت وانتہاء بھی توبہ ہے۔ توبہ کے ذریعے گناہوں سے خلاصی ملتی ہے اور اس کے ذریعے درجات بلند ہوتے ہیں۔ قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آخری حکم دیا گیا وہ توبہ واستغفار کا تھا، قرآن پاک میں ہے:

''اپنے رب کی حمد بیان کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو، بیشک وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے''۔ (سورہ نصر: ۳)

توبہ بندے کی کامل عبدیت کا اظہار ہے۔ توبہ اللہ تعالیٰ کی کامل عظمت اور اس کی ذات پر بندے کے کامل بھروسے کا اظہار ہے۔ بندہ اگر ایک گناہ کا ارتکاب کرلے پھر توبہ کرلے تو وہ ایسا ہوجاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو، لیکن اگر شیطانی وسوسے سے وہ گناہ پھر سرزد ہوجائے تو بھی بندے کو مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ سے پھر توبہ کرنی چاہئے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔ ایک آیت میں ہے:

(اے نبی!) آپ فرمادیجئے کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کردیتا ہے، وہ تو بہت مغفرت کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے''۔ (الزمر: ۵۳)

ایک فارسی شاعر نے اس مفہوم کو نہایت خوبی کے ساتھ اس طرح موزوں کیا ہے:

باز آ از ہرچہ کردی باز آ
گر کافر و گر بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

''جو بھی کچھ تم کرچکے ہو اب سب سے باز آجاؤ۔ اگر کافر اور بت پرست بھی ہو تو بھی بس باز آجاؤ کہ ہماری بارگاہ ناامیدی ومایوسی کی بارگاہ نہیں ہے۔ اگر سو بار بھی توبہ شکنی کرچکے ہو تو بھی باز آجاؤ اور توبہ کرلو ہم توبہ قبول کرلیں گے اور سب کچھ معاف کردیں گے''۔

••

ایک زاویۂ نظر

دونوں طرف کے سماج دشمن عناصر کو سمجھنے کی ضرورت

سید شکیل احمد انور۔ حیدرآباد

گہری سازشیں 'دام ہم رنگ زمین' کے مصداق عام فہم ہوتی ہیں اور نہ سطحی نتائج سے سمجھ میں آتی ہیں۔ عروس البلاد کے خونیں ہنگامے کو نائن الیون کے عالمی تجارتی مرکز پر حملہ سے تشبیہ دینے میں معنویت ہو نہ ہو لیکن دہشت گردی کے نام پر عالم استعمار کی طاقتوں کی جو یلغار عالم اسلام کے خلاف جاری ہے اس کا ایک حصہ یہ بھی تھا۔ ہمارے نیک نہاد پڑوسی کی تاسیس سے لے کر اب تک جو کچھ وہاں ہوتا رہا ہے وہ سب ہماری نظروں کے سامنے ہوا ہے وہاں کے نام نہاد جہادی گروہ کب اخلاص وللٰہیت کا پیکر رہے ہیں جو اب ان کی سرگرمیاں شک وشبہ سے بالاتر ہوں گی۔ ان کے سرگروہ ہند میں فسطائی طاقتوں کو برسر حکومت دیکھنے کا برملا اظہار کرتے رہتے ہیں اور انہی کے ایک دوسرے سرگروہ نے اسلام کے مقدس ومحترم شہر کے نام سے جنگجو گروہ تشکیل دیا جبکہ وہ ایک ہندوستانی طیارے کے اغواء کے بعد یہاں کی فسطائی جماعت کی قیادت میں بنی حکومت کے وزیر خارجہ کے ہمراہ سفر کرکے قندھار میں رہا کئے گئے۔ اور انہی گروہوں میں سے ایک کے تربیت یافتہ فدائین نے ۲۶/۱۱ کا خونیں ہنگامہ برپا کیا۔ نام نہاد جہادیوں کا ہندوتوادیوں کے ارمانوں سے کیا جوڑ؟ یہ بظاہر سمجھ سے بالاتر ایک عجیب منطق ہے لیکن اس ہنگامے کے دوران مخالف دہشت گردی پولیس عہدیدار جو مالیگاؤں سے جڑے بم دھماکوں کی تحقیقات کررہے تھے ان کا قتل ہوجانا اس گٹھ جوڑ کا برملا اظہار ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ القاعدہ اپنے بیانات سے عالمی دہشت گرد کو فائدہ پہنچاتا رہا ہے۔ شدت پسند اور غیر سماجی عناصر ایک دوسرے کے مددگار ہوا کرتے ہیں اور سرحد پار سے ایک دوسرے کے یہاں غیر قانونی سرگرمیاں انجام دیا کرتے ہیں۔ اس عالمی دہشت گرد کے کارندے سرحد کے دونوں طرف کے غیر سماجی عناصر سے مل کر ایک تکون بناتے ہیں۔ یہ بات اب سمجھ میں آرہی ہے جب فرید کوٹ کے قصاب نامی دہشت گرد کے انکشافات سامنے آرہے ہیں یہ ضروری نہیں کہ یہ تکون ایک حال میں ہمیشہ قائم رہے کیونکہ اس کے شرکائے کار ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ اگر کبھی نام نہاد جہادی تو کبھی ہندوتوادی اس کے کرداروں میں نظر آئیں گے۔ ہم سے بھول چوک میں گڑبڑ ہوتی رہتی ہے۔ بش ظالم وجابر ہو تو ضروری نہیں کہ صدام مظلوم وبے گناہ ہو ایران، عراق جنگ میں صدام وہی کردار ادا کررہا تھا جو اب حامد کرزئی ادا کررہا ہے۔ طالبان بھی صد فیصد دودھ کے دھلے ہوئے نہیں تھے۔ سوویت یونین کے خلاف امریکی افغان گٹھ جوڑ نے کیا طالبان کو پیدا نہیں کیا تھا؟ اور ان کے تنگ نظر وقدامت پسند نقطۂ نظر نے دور حاضر میں اسلامی انقلاب کی راہ مارنے میں کلیدی کردار نہیں ادا کیا اور تحریک اسلامی کے لئے وہ حالات پیدا کردیئے جو سالہا سال میں اصلاح پاسکیں گے یا اعتدال کی روش پر واپس آسکیں گے۔

چند سال قبل سنگھ پریوار کے ترجمان 'آرگنائزر' میں امریکی خفیہ ادارہ کا ایک مضمون چھپا تھا کہ ۲۰۱۱ء کے لگ بھگ پڑوسی جوہری ملک پر جہادی غالب آجائیں گے جس کے باعث امریکہ/ اسرائیل اس ملک کی جوہری طاقت کا خاتمہ کردیں گے اور اس طرح اس کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ بظاہر حالات اور یہ دہشت گرد کارروائیاں اسی کا پیش خیمہ ہیں! اور یہی ہندوتوادیوں کے دیرینہ خواب کی تعبیر ہے۔

محسوس ہوتا ہے کہ عروس البلاد پر دہشت گردوں کا حملہ دونوں ملکوں کے غیر سماجی عناصر کی ملی بھگت سے انجام دیا گیا ہے۔ یہ غیر ریاستی عناصر (نان اسٹیٹ ایکٹرس) عام طور سے کرائے کے سپاہیوں کا کردار قتل وغارت گری اور لوٹ مار کے لئے انجام دیتے ہیں۔ ہمارے ملک کے کئی غنڈہ عناصر پڑوس میں پناہ گزیں ہیں۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ ان میں سے کس کا ہاتھ مذکورہ حملے میں شامل تھا اور یہ ہماری سفارتی غلطی ہے کہ ہم نے ان سب کے اخراج کا مطالبہ بغیر مخصوص نشاندہی وثبوت کے کردیا۔ مذکورہ دہشت گرد حملے سے نمٹنے میں ملک کے دفاعی اور سلامتی وامن کے رکھوالوں سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں وہ اس معاملے کو بالکل مشکوک بنا دیں ایسا بھی نہیں ہے۔ پڑوسی ملک کے نام نہاد جہادی گروہ اپنے ملک کی ۱۹۷۱ء میں تقسیم اور ہمارے ملک کے شمالی مسلم اکثریتی خطہ کو بزور حاصل کرنے میں ناکامی کے بعد ہمارے خلاف غیر رواجی جنگ (پراکسی وار) جاری رکھے ہوئے ہیں اور اس میں یہاں کے غیر سماجی عناصر کے تال میل سے وہ اپنی مایوسانہ سرگرمیاں انجام دیا کرتے ہیں۔ ان کے اندھے پن اور خود اپنے ملک سے وفاداری کا مشکوک ہونا اس بات سے عیاں ہے کہ خود اس جگہ کی دہشت گرد کارروائیوں میں یہ برابر کے شریک ہیں۔

قصاب نامی دہشت گرد کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کسی جلد بازی کی قطعی حاجت نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ شیوسینا کے سربراہ بال ٹھاکرے اس کو بغیر مقدمہ چلائے پھانسی پر لٹکا دینے کا مطالبہ کررہے ہیں کیا یہ شواہد کے حصول اور شفاف عدل گستری کے مغائر نہیں ہے؟ اس دہشت گرد پر کھلے طور پر مقدمہ چلانا چاہئے اور اس کے شہادتی بیانات پولیس ذرائع سے نہیں بلکہ غیر جانبدار گواہوں کی موجودگی اور دلیل وحجت کے درمیان لئے جانے چاہئیں۔ مرکزی اقلیتی امور کے وزیر جناب عبدالرحمن انتولے کا یہ مطالبہ مناسب ہے کہ مخالف دہشت گردی دستے کے پولیس عہدیداروں کی ہلاکت کی تحقیقات ہونی چاہئے۔ ان کے اس مطالبے پر بھگوا عناصر کا واویلا اور ان ٹی وی چینلوں کی بوکھلاہٹ کو جو اس دہشت گرد حملے کو محض پڑوسی ملک کے سرمنڈھنے کی دن رات کوشش کررہے ہیں حقیقت بینی سے پرکھنا چاہئے۔ تحقیقات ہونا چاہئے اس سے بین الاقوامی سطح پر ہمارا کیس مضبوط ہوگا اور حقیقی دشمن سے مقابلہ کرنے میں ہم اپنی اخلاقی جرأت کو مزید توانا بنا سکیں گے۔

••

......''جو شریعت کے خلاف ہو''

سعید ریاض، رامپور

آج ہر طرف ظلم وستم اور ناانصافی کا دور دورہ ہے۔ انسانیت چیخ رہی ہے۔ قتل وغارتگری کا بازار گرم ہے۔ نام نہاد دہشت گردی کا عفریت منھ کھولے ہوئے سچائی اور انصاف کو کھانے کے لئے بڑھتا آرہا ہے۔ ساری دنیا ایک بے نام انتشار کا شکار ہو رہی ہے۔ انسانیت سسک سسک کر دم توڑ رہی ہے خلوص محبت، بھائی چارہ، میل ملاپ، اتحاد ختم ہو رہا ہے۔ رشتوں کا احترام باقی نہیں رہا۔ شرم وحیا کی جگہ بے غیرتی، بے حیائی اور فحاشی نے لے لی ہے اور اسے جدید تہذیب کا نام دے دیا گیا ہے۔ انسانی قدروں کی پامالی پر عقل حیران ہے۔ لیکن یہ صورتحال نئی نہیں ہے۔ بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی دنیا کا تقریباً یہی حال تھا۔ اس وقت یہ آدم زاد جنگلی جانوروں اور وحشی درندوں کی طرح رہتا تھا۔ بھائی کا بھائی دشمن تھا۔ بہن اور ماں کی عزت وناموس غیر محفوظ تھی۔ شیطانی اعمال کو عین مذہب قرار دے دیا گیا تھا۔ بیٹی پیدا ہونے پر اسے لعنت سمجھا جاتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ صراط مستقیم سے بھٹکی ہوئی اس قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے ایک آخری نبی کو بھیجنا ضروری سمجھا گیا تھا۔ جس نے تمام دنیا کے لوگوں کو فلاح اور نجات کے راستے پر بلایا۔ لیکن اس کی قوم کے دل سیاہ ہوچکے تھے۔ انھوں نے امن وآشتی اور حق وصداقت کے اس پیغامبر کو ہر طرح کی اذیتیں

باقی صفحہ ۷ پر

مدارس اسلامیہ دینی تعلیم کیلئے ہوتے ہیں، دہشت گردی کیلئے نہیں

جو لوگ مدارس اسلامیہ پر انگلی اٹھاتے ہیں انہیں پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہئے ۔ مالیگاؤں بم دھماکہ کی انکوائری نے ساری حقیقت سامنے لا دی ہے

ابھی تین ماہ قبل بٹلہ ہاؤس کے مبینہ انکاؤنٹر اور دہلی بم دھماکہ کے تناظر میں ملک کی مشہور یونیورسٹی جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی پر نام نہاد دہشت گردوں کی مدد کرنے کا الزام لگانے والی بی جے پی کے ایک دوسرے لیڈر ونے کٹیار نے مسلمانوں کے سب سے بڑے دینی ادارے دارالعلوم دیوبند پر بھی دہشت گردی کی آڑ میں کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے۔ مسٹر کٹیار نے ایک متنازعہ اور اشتعال انگیز بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ دہشت گردوں کو راشن پانی دیوبند سے ہی مہیا ہو رہا ہے۔ صرف ووٹوں کی سیاست کی خاطر پہلے کانگریس اور سماجوادی پارٹی نے اور اب بہوجن سماج پارٹی اس کو تحفظ فراہم کر رہی ہے۔ مسٹر کٹیار نے اپنے الزامات کے لئے کانگریس کے لیڈر روپا موکلی کی دہشت گردی سے متعلق رپورٹ کا حوالہ دیا جس میں مولانا مسعود اظہر کے بارے میں تفصیل سے جانکاری دی گئی ہے۔ بی جے پی لیڈر کا کہنا تھا کہ جن عناصر نے ۱۱۷۱ء میں ہندوستان پر قبضے کی سازش رچی تھی وہ آج پھر دہشت گردوں کی شکل میں سرگرم ہوگئے ہیں۔

مسٹر کٹیار کی اس اشتعال انگیزی اور بے بنیاد الزام تراشی پر نہ صرف دیوبند برادری کو تشویش ہے بلکہ پورے ملک کے مسلمان اس کی پرزور مذمت کر رہے ہیں۔ جب سے مذکورہ بیان سامنے آیا ہے، مذمت کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ خود دارالعلوم نے اس کی پرزور مذمت کی ہے۔ اس کے نائب مہتمم مولانا عبدالخالق مدراسی نے کہا ہے کہ ونے کٹیار اور ان کے جیسے لوگوں کو نہ تو ملک کے مفاد کی فکر ہوتی ہے اور نہ اس بات کی کہ ان کی ایسی حرکتوں سے ملک کا امن وچین اور بھائی چارگی خطرے میں پڑ سکتی ہے جبکہ جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا سید ارشد مدنی نے دارالعلوم کو دہشت گردی کا اڈہ بتانے والے بیان کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اس سے مسٹر کٹیار کی اسلام اور مسلم دشمنی ظاہر ہوتی ہے اور دارالعلوم کی تاریخ اور خدمات سے ان کی ناواقفیت سامنے آتی ہے۔ ایک بیان میں مولانا نے کہا کہ دارالعلوم کے علماء اور مجاہدوں نے ملک کی آزادی کے لئے جو قربانیاں دیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ انھوں نے سوال کیا کہ کرنل پروہت، سادھوی پرگیا سنگھ ٹھاکر، خود ساختہ سوامی دیانند پانڈے اور وہ تمام لوگ جو مالیگاؤں بم دھماکہ کے الزام میں گرفتار ہیں اور ان کے تار دہشت گردی کے دیگر واقعات سے جڑ رہے ہیں، کیا انھوں نے دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی تھی؟ یہ سبھی اس مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں جو ملک میں مذہب کے نام پر نفرت پھیلاتا ہے۔

یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ آر ایس ایس، بی جے پی اور اس کی ہمنوا تنظیموں کی طرف سے اس طرح کی بیان بازی کا مقصد حقیر سیاست اور سستی شہرت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح کے اشتعال انگیز اور متنازعہ بیانات عموماً انتخابات کے وقت دیئے جاتے ہیں۔ مسٹر کٹیار نے بھی لوک سبھا انتخابات کو پیش نظر رکھ کر ہی مذکورہ بیان دیا ہوگا۔ اس سے پہلے پانچ ریاستوں کے اسمبلی انتخابات سے قبل بھی بی جے پی نے اس طرح کی مہم چلائی تھی لیکن مالیگاؤں بم دھماکہ میں ہونے والے انکشافات نے اس کی مہم کی ہوا نکال دی تھی۔ ایک بار پھر پارٹی کے لیڈران اپنی عادت اور پارٹی کی پالیسی کے مطابق اسی طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں۔

مدارس اسلامیہ پر کیچڑ اچھالنے کی ایک کوشش سابق این ڈی اے حکومت کے دور میں بھی کی گئی تھی۔ اس وقت مدارس کے خلاف پروپگنڈے، انہیں بدنام کرنے اور دہشت گردی کا اڈہ قرار دینے کے لئے منصوبہ بند مہم چلائی گئی تھی۔ حکومت نے اس کے لئے انٹلی جنس ایجنسیوں تک کی مدد لی تھی۔ ملک کے مدارس خصوصاً سرحدی علاقوں میں دینی اداروں کے بارے میں روز نئی نئی رپورٹیں ایجنسیوں کے حوالے سے آتی تھیں جن میں بتایا جاتا تھا کہ مدارس کی سرگرمیاں مشکوک ہیں لیکن وہ مہم ناکام رہی اور خود اس وقت کے نائب وزیراعظم اور مرکزی وزیر داخلہ لال کرشن آڈوانی نے پارلیمنٹ میں یہ اعتراف کیا کہ دہشت گردی میں مدارس کے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

سابقہ مہم کی ناکامی کے باوجود بی جے پی کے لیڈران پھر سے دہشت گردی کی آڑ میں یکے بعد دیگرے مسلم اداروں پر کیچڑ اچھالنے لگے ہیں۔ پہلے انھوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی پر انگلی اٹھائی اور اب دارالعلوم دیوبند پر جس نے دہشت گردی مخالف کانفرنس منعقد کر کے باقاعدہ اس کے خلاف مہم چلائی۔ ایسے عناصر جو خود کبھی بابری مسجد کے انہدام کی صورت میں تو کبھی فرقہ وارانہ فسادات کی صورت میں دہشت گردی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں اور جن کے لوگ بم سازی کرتے ہوئے ہلاک ہوتے ہیں اور بم دھماکے بھی کرتے ہیں جیسا کہ مہاراشٹرا ے ٹی ایس نے کئی معاملوں میں انکشاف کیا وہ اپنے گریبان میں جھانکنے کے بجائے جب دوسروں پر انگلی اٹھاتے ہیں تو ان کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ اصلی حقائق کی پردہ پوشی کرتے ہیں اور ملک کے بھولے بھالے عوام کو بے وقوف بنانے اور ان کے جذبات کو بھڑکانے کے لئے خواہ مخواہ کا تنازعہ کھڑا کرتے ہیں تاکہ وقتی سیاسی فائدہ اٹھا سکیں۔ مسٹر ونے کٹیار کی مذکورہ بیان بازی کا مقصد بھی یہی ہے۔ وہ اشتعال انگیزی کے لئے ملک میں مشہور بھی ہیں اور اسی کے سہارے وہ شروع سے اپنی سیاسی زندگی گزار رہے ہیں۔ ایسے لوگ اس کی پروا نہیں کرتے کہ جس پر وہ انگلی اٹھا رہے ہیں وہ ان کی طرح داغدار نہیں ہے۔ اسی لئے ملک کے سنجیدہ لوگ ان کی باتوں پر کبھی توجہ نہیں دیتے۔ لیکن ایسے لوگوں کو بے لگام چھوڑنا بھی صحیح نہیں ہے۔ بار بار ایسی حرکتوں کے باعث ملک کے بھولے بھالے اور جذباتی لوگ ان کے فریب میں آ کر بہک جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی بیان بازی کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے کیونکہ آج اگر ایک ادارہ یا تنظیم پر انگلی اٹھائی جا رہی ہے تو کل دوسرے ادارے اور تنظیمیں بھی نشانے پر آسکتی ہیں اور ان کو بدنام کیا جاسکتا ہے۔ ●●

الیکشن جیتنے کے لئے غزہ پٹی پر اسرائیل کا حملہ

اسرائیل نے فلسطین کے غزہ پٹی علاقے میں تیس سے زیادہ سیکورٹی کمپاؤنڈوں پر بمباری کرکے صہیونی دہشت گردی کا ایک نیا ریکارڈ قائم کر دیا ہے جس میں بیک وقت دو سو سے زیادہ انسانوں کو شہید کرڈالا۔ اسرائیل میں ۱۰ر فروری کو پارلیمنٹ کے لئے عام الیکشن ہونے والے ہیں۔ موجودہ وزیراعظم ایہود اولمرٹ کارگزار وزیراعظم ہیں کیونکہ کرپشن کے الزامات کے تحت وہ استعفیٰ دے چکے ہیں۔ ملک میں ایہود اولمرٹ ایک داغدار سیاسی لیڈر ہیں ان کی پارٹی کی کارکردگی رسوا کن ہے۔ ان کی پارٹی کی طرف سے اعلان شدہ وزیراعظم کے عہدے کے لئے نئی امیدوار تزیپی جو اس وقت وزیر خارجہ کی کرسی پر رونق افروز ہیں اپنے مستقبل کے بارے میں بے یقینی کی کیفیت سے دوچار ہیں ایسے میں برسراقتدار طبقہ کے سامنے الیکشن میں کامیابی حاصل کرنے کا سب سے آسان طریقہ پڑوسی ملک، علاقہ یا اتھارٹی کے خلاف اپنی جارحیت کا مظاہرہ کر کے فسطائی ذہنیت والے رائے دہندگان کی ہمدردیاں حاصل کرنا ہے جو کہ گزشتہ کچھ عرصے سے برسراقتدار فسطائی طبقات کا ایک ٹرینڈ بن چکا ہے۔ اگر عضو ضعیف کمزور ملک، علاقہ یا اتھارٹی پاس میں نہ ہو تو کوئی مسئلہ نہیں امریکہ کے صلیبی صدر جارج ڈبلیو بش نے فسطائیوں کی نظروں میں خود کو ہیرو بنا کر پیش کرنے کی غرض سے اور دوبارہ صدارتی انتخاب میں فتح وکامرانی حاصل کرنے کے لئے اولاً دور دراز کے ملک افغانستان پر اور پھر عراق پر بے بنیاد الزامات کی بارش کر کے یلغار کی اور اس طرح وہ الیکشن میں کامیابی کے لئے ایک نئی روایت قائم کر چکے ہیں تو اسرائیلی لیڈروں کے لئے ہی کونسی بڑی بات ہے کہ آخر وہ تو ہمیشہ ہی سے امریکہ کے ساتھ ایک جان دو قالب بنے ہوئے ہیں اور جب امریکہ بے بنیاد الزامات کا شور مچا کر دنیا بھر کے ملکوں کو افغانستان اور عراق کے خلاف اپنا اتحادی بنا کر اور عالمی فوج تیار کر کے ان پر حملہ آور ہوسکتا ہے خواہ بعد میں بار بار اعلان کرنا پڑے کہ یہ کارروائیاں کرنے میں غلطی ہوئی۔ اطلاعات غلط ملی تھیں اور خواہ ان بے مقصد جارحانہ صلیبی جنگوں میں تہذیبی تصادم کے نام پر اسلام مخالف تمام تہذیبوں کو متحد کر کے اور خود کو مسلم ملکوں اور ان کے حکمرانوں کو "ہمارے ساتھ یا ہمارے خلاف" کا اعلان کر کے اپنے ساتھ کھڑا ہونے پر مجبور کرنے کے بعد اپنی معاشیات و اقتصادیات کو تہ وبالا کرڈالا، یورپی یونین، اقوام متحدہ، روس، امریکہ سب اسرائیل کے ساتھ ہوں تو اس کے حکمرانوں کو ڈر کا ہے کا۔

حماس اور اسرائیل کے درمیان چھ ماہ سے جنگ بندی چل رہی تھی جو ۱۹ر دسمبر کو مقررہ تاریخ پر ختم ہوگئی۔ جنگ بندی اس لئے کی جاتی یا کرائی جاتی ہے کہ اس دوران دونوں فریق اپنے مسائل کو حل کرنے کے لئے باہم گفت وشنید اور کچھ پیش رفت کریں گے لیکن جہاں نیتیں خراب ہوتی ہیں وہاں اس مدت کو نئی تیاریوں کے لئے ایک مہلت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ اسرائیل کے صہیونی حکمرانوں نے اس مدت کو اسی لئے استعمال کیا۔ حماس کے حریت پسند مسلم لیڈروں نے ان سے توقعات قائم کرلی تھیں کہ شاید امریکی صدر جارج ڈبلیو بش اپنے اس اعلان میں کہ وہ اپنی مدت صدارت ختم ہونے سے پہلے فلسطین اور اسرائیل کا مسئلہ حل کرادیں گے۔ نیک نیت ثابت ہو جائیں گے اور اسرائیلی صہیونی بھی ساٹھ سال سے جاری خونریز تصادم کی راہ چھوڑ کر بقائے باہم کی راہ اپنالیں گے لیکن بسا آرزو کہ خاک شد صہیونی اور صلیبی اپنی راہ کیوں بدلتے۔ وقت گزار دیا اور اب فل اسکیل حملے کی منصوبہ بندی کرلی۔ جبکہ حریت پسند فلسطینیوں کے درمیان ایک ضمیر فروش کٹھ پتلی کھڑا کر کے پہلے ہی ان کو باہم تصادم میں مبتلا کرنے میں کامیابی حاصل کرچکے ہیں۔

۲۷ر دسمبر کو اسرائیل کے جنگی جہازوں نے حماس کے دائرۂ عمل والی غزہ پٹی میں جس پر اس نے الفتح کے محمود عباس کی غیر قانونی کارروائیوں اور امریکہ واسرائیل کے اشاروں پر کی جانے والی مسلم وفلسطینی مخالف حرکتوں کے مقابلے میں جون ۲۰۰۷ء میں اپنا کنٹرول کو قائم کرلیا تھا۔ حماس کے کمپلیکسوں اور سیکورٹی کمپاؤنڈوں کو نشانہ بنائے ہوئے زبردست آپریشن شروع کر دیا جس میں پہلے ہی روز دو سو سے زیادہ فلسطینی شہید اور تقریباً تین سو زخمی ہوئے ہیں۔ فلسطینی میڈیکل افسران کا کہنا ہے کہ ۱۹۶۷ء کی جنگ مشرق وسطیٰ کے بعد سے غزہ پٹی میں ہونے والی اموات کی یہ سب سے بڑی تعداد ہے۔ ساتھ ہی اسرائیلی صہیونیوں نے اعلان کر دیا ہے کہ ان کے حملے کئی ہفتوں تک جاری رہیں گے۔ پہلے دن بیک وقت کئے جانے والے ہوائی میزائلی حملوں کی تعداد تیس سے زیادہ بتائی گئی جن میں حماس کے ملٹری ٹھکانوں اور اڈوں کو خاص طور سے نشانہ بنایا گیا۔ حملوں میں حماس، سیکورٹی فورسز کے لوگوں، پولیس سربراہ توفیق جابر چیف آف حماس سیکورٹی اینڈ پروٹیکشن سروس اسماعیل الجابری اور سنٹرل غزہ پٹی کے گورنر ابواحمد الشعور کم از کم پندرہ عورتوں اور متعدد بچوں سمیت دو سو سے زیادہ افراد شہید ہوئے ہیں۔ ●●

خلیجی ملکوں کے درمیان مالی اتحاد کا معاہدہ

مسقط۔ خلیجی تعاون کونسل یا جی سی سی کے رہنماؤں نے مالیاتی اتحاد کے معاہدے کی منظوری دے دی ہے جس سے ان عرب ممالک میں مشترکہ کرنسی متعارف کرانے کی راہ ہموار ہوگئی ہے۔ عرب رہنماؤں نے ایک مرکزی بینک بھی قائم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ سعودی عرب، کویت، متحدہ عرب امارات، قطر، بحرین اور عمان نے عالمی مالیاتی بحران کے اثرات سے نمٹنے کے لئے علاقائی تعاون کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ یہ اجلاس مسقط میں ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے کویت کے وزیر خزانہ نے کہا کہ رکن ممالک آئندہ برس بارہ دسمبر تک اس معاہدے کی توثیق کرسکیں گے۔ مشترکہ کرنسی کے اطلاق سے علاقے میں تجارت کو فروغ ملے گا اور رکن ممالک کی معیشتوں کو بین الاقوامی دباؤ سے بچایا جاسکے گا۔

اس سے قبل دو ہزار چھ میں بھی مالی اتحاد کی کوشش کی گئی تھی لیکن عمان نے شرکت سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن اجلاس میں یہ فیصلہ نہیں ہوسکا کہ مرکزی بینک کا صدر دفتر کہاں ہونا چاہئے۔ بعد میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جی سی سی کے سکریٹری جنرل عبدالرحمن العطیہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ مشترکہ کرنسی سن دو ہزار دس تک نافذ کر دی جائے گی۔ جی سی سی تیل پیدا کرنے والے خلیجی ممالک کی اقتصادی اور سیاسی تنظیم ہے۔

تفتیشی مرکز 'میک' کی تشکیل نو کا اعلان

نئی دہلی۔ ملک میں لگاتار ہونے والے دہشت گردانہ حملوں سے پریشان مرکزی سرکار نے نئے سال میں ان حملوں سے نمٹنے کے لئے پوری طرح کمر کس لی ہے۔ سرکار نے دہشت گردانہ حملوں سے سختی سے نمٹنے کا واضح اشارہ دیتے ہوئے خفیہ نظام میں نئی جان پھونکنے کے لئے خفیہ بیورو کے کثیر ایجنسی مرکز 'میک' کی تشکیل نو کا اعلان کیا۔ ایجنسی سات سال قبل بنی تھی لیکن سرکار نے اعتراف کیا کہ یہ پوری طرح سے نافذ نہیں ہو پا رہی تھی، اس لئے اسے مزید قانونی اختیارات دیئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی سرکار نے ممبئی سمیت چار دیگر میٹروپولیٹن شہروں میں این ایس جی اکائیاں بنانے کا بھی اعلان کیا ہے۔ مسٹر چدمبرم نے یہاں ایک پریس کانفرنس میں یہ جانکاری دی۔ میک کے بارے میں جاری ایک حکم نامہ کے مطابق میک اور دیگر سبھی سرکاری ایجنسیوں کے درمیان خفیہ اطلاعات کا لین دین قانونی طور پر کرنا ہوگا۔ وزیر داخلہ نے کہا کہ دہشت گردی سے سختی سے نمٹنے کیلئے پارلیمنٹ کے ذریعے پاس کردہ قومی تفتیشی ایجنسی (این آئی اے) اور غیر قانونی سرگرمیوں سے نمٹنے سے متعلق قانون صدر جمہوریہ کی منظوری ملتے ہی فوری اثر سے نافذ ہوگئے ہیں۔ وزیر داخلہ کا عہدہ سنبھالنے کے بعد میڈیا سے پہلی رسمی بات چیت میں چدمبرم نے بتایا کہ اگلے کچھ ہی دنوں میں این آئی اے کو اس کا ڈائریکٹر جنرل مہیا کرادیا جائے گا۔ یہ پوچھے جانے پر کہ این آئی اے اپنا پہلا کیس کب لے گی؟ انھوں نے کہا کہ جیسے ہی اسے کوئی معاملہ سونپا جائے گا وہ جانچ شروع کر دے گی۔

مسٹر چدمبرم نے یہ بھی بتایا کہ آج کے دن سے ہی دہشت گردی کے سلسلے میں چوبیسوں گھنٹے اطلاعات جمع کرنے اور اسے شیئر کرنے کا ایک مرکز بھی کام کرنے لگا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ دہشت گرد مخالف ایسے اسکولوں کو تشکیل کرنے کا کام بھی تیزی سے چل رہا ہے جن میں دہشت گردی سے جڑے معاملوں سے نمٹنے کی تربیت دی جائے گی۔ وزیر داخلہ نے بتایا کہ چار اہم شہروں میں این ایس جی مراکز قائم کئے جانے کے سلسلے میں ان کی وزارت جلد ہی کابینہ میں تجویز پیش کرے گی۔ چار شہروں کے بعد ایسے مراکز دیگر شہروں میں بھی قائم کئے جائیں گے۔ انھوں نے ان خبروں کو غلط بتایا کہ فوج نے ایسے مراکز کیلئے جوان اور افسران مہیا کرانے میں مجبوری ظاہر کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ملک میں جوانوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ بس ضرورت ہے انہیں بھرتی کرنے اور تربیت دینے کی۔

دعوت

جائزہ

"انسداد دہشت گردی کا نیا قانون کیوں؟"

ممبئی میں حالیہ دہشت گردانہ حملوں کے بعد پارلیمنٹ میں دو بلوں کو منظوری دی گئی۔ ایک پوٹا کے متبادل کے طور پر غیر قانونی سرگرمی کا بل اور دوسرا نیشنل جانچ ایجنسی کے قیام سے متعلق۔ اس پر قانونی اور سیاسی حلقوں میں بحث جاری ہے۔ ایک سوال یہ کیا جا رہا ہے کہ حکومت کا یہ قدم دہشت گردی سے نمٹنے میں کس حد تک مددگار ثابت ہوگا؟ کیا ٹاڈا اور پوٹا کے ناکام تجربات کے بعد اس طرح کے سخت قانون کی ضرورت تھی؟ کیا موجودہ قوانین دہشت گردی سے نمٹنے میں ناکافی تھے؟ دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے سخت قانون کی ضرورت ہے یا مضبوط سیاسی قوت ارادی کی؟ نئے سخت قانون کی خبر سے ایک بار پھر ملک کی اقلیتوں کو ماضی کے تجربات کی روشنی میں خدشات لاحق ہیں کہ اس کا استعمال بے قصوروں کے خلاف ہوگا؟ یہ اور اس طرح کے دیگر سوالات کا جواب ہم **جائزے** کے اس شمارے میں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

تاریخ اشاعت ۱۶ر جنوری ۲۰۰۹ء

دعوت

۴ر جنوری ۲۰۰۹ء

ایک عجیب وغریب منطق

اس وقت فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے اور اہل فلسطین پر جو کچھ گزر رہی ہے انسانی نقطۂ نظر سے حد درجہ اذیت ناک ہونے کے باوجود اسرائیل کا یہ کہنا کہ یہ اس کی جوابی کارروائی ہے۔ اس کے فضائی حملے چوتھے دن بھی جاری رہے۔ یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ یہ حملے اندھا دھند تھے اس لئے کہ اس میں بیشتر شہری ٹھکانوں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ مساجد کو، گھروں کو، ہسپتالوں کو، یہاں تک کہ تعلیمی اداروں کو اور اس کا جواز پیش کیا گیا کہ حماس والے ان مقامات یعنی شہری ٹھکانوں کو اسرائیل کے خلاف کارروائی کے لئے استعمال کر رہے ہیں، جبکہ اقوام متحدہ کے ادارۂ پناہ گزیناں کا کہنا ہے کہ مرنے والوں کی بڑی تعداد وہ ہے جس کا عسکری کارروائی سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ عام شہری ہیں یہاں تک کہ ان میں کمسن اور شیر خوار بچے، خواتین اور عمر رسیدہ اشخاص سبھی ہیں، اور ایسے لوگوں کی تعداد تقریباً سو ہو جاتی ہے۔ پھر بھی اسرائیل یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے جو کچھ کیا ہے وہ اپنے دفاع میں کیا ہے اور آگے بھی جو کچھ کرے گا وہ اپنے دفاع میں ہی کرے گا۔ اسے اس کا حق حاصل ہے۔ امریکہ اور اس کے بعض دوسرے حلیفوں نے بھی یہی کہا ہے کہ فلسطین میں یہ جو حالات پیدا ہوئے ہیں اس کے لئے حماس ذمہ دار ہے۔ نہ وہ اسرائیل پر راکٹ حملے کرتا نہ اسرائیل کو طاقت کے استعمال پر مجبور ہونا پڑتا۔ ان کا کہنا ہے کہ حالات حماس کی ناعاقبت اندیشی کے سبب بگڑے ہیں اور اس کی ناعاقبت اندیشی یہ ہے کہ اس نے فائر بندی کی چھ ماہ کی مدت گزر جانے کے بعد اس کی پروا ہی نہیں کی اور فائر بندی کے اعادے میں کسی دلچسپی کا قطعی مظاہرہ نہیں کیا بلکہ صاف لفظوں میں یہ کہہ دیا کہ وہ اس عارضی فائر بندی کو اب مزید توسیع دینا نہیں چاہتا۔ یہی نہیں بلکہ اس کی طرف سے اسرائیل پر راکٹ حملے بھی شروع ہوگئے۔

اب بعض لوگ ایسے بھی پیدا ہوگئے ہیں جو یہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ اسرائیلی مظلوم ہیں، یہ عجیب وغریب منطق ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اسرائیل نے جو یہ کارروائی کی ہے وہ انتہائی مجبور ہو کر کی ہے۔ کیونکہ حماس کی طرف سے جو راکٹ یہودی آبادی کی طرف داغے جا رہے ہیں اس کی وجہ سے یہودی آبادی میں زبردست خوف وہراس پیدا ہوگیا ہے اور اس کے عدم تحفظ میں اضافہ ہوگیا ہے۔ یہ راکٹ یوں تو اچوک ثابت نہیں ہوئے ہیں اور ان سے بہت زیادہ جانی ومالی نقصان بھی نہیں ہوا ہے لیکن ان راکٹوں نے اسرائیلی آبادی کو زبردست طریقے سے خوف زدہ کر دیا ہے اور اسے یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ وہ یعنی اسرائیلی محفوظ نہیں ہیں۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اسرائیل ایک ایسا ملک ہے جو چاروں طرف سے دشمنوں سے گھرا ہوا ہے اس کے ایک جانب سمندر ہے، اس منطق کے مطابق اسرائیل وہ ملک ہے جس کا خوشدلی سے ہمنوا کوئی نہیں ہے۔ اس کا کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ اس کے وجود کو آج تک کسی نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ جن لوگوں نے اسے تسلیم بھی کرلیا ہے وہ بھی اس سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔ ساٹھ برس گزر جانے کے بعد بھی اسرائیلیوں کو پرامن بقائے باہم کا حقدار نہیں سمجھا گیا ہے۔ آج بھی ان کا وجود زبردست خطرے میں ہے۔ کبھی حزب اللہ اسے پریشان کرتی ہے تو کبھی حماس۔ اسرائیلیوں کا ایک دن ایسا نہیں گزرا جب انھوں نے چین کا سانس لیا ہو۔ ان کا ہر لمحہ اس خوف میں گزرتا ہے کہ کہیں کسی جانب سے کوئی حملہ نہ ہو جائے۔ اس منطق کو پیش کرنے والے یہ کہتے ہیں بظاہر تو اسرائیل جارح نظر آتا ہے مگر اس کی جارحیت دراصل اس خوف کی پیداوار ہے جس میں یہ ریاست پچھلے ساٹھ برس سے مبتلا ہے۔ ان منطق کے قائل لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر عالمی برادری نے اسرائیل کے تحفظ کا سامان کیا ہوتا اور اسرائیلیوں کے جینے کے حق کو تسلیم کیا ہوتا تو شاید آج یہ دن دیکھنے نہیں پڑتے۔ آج بھی حماس کی طرف سے اسرائیل پر راکٹ داغے جا رہے ہیں اور یہ راکٹ اسرائیل میں بہت اندر تک جا کر گر رہے ہیں۔ ان سے کچھ جانی نقصان بھی ہوا ہے۔ بعض راکٹ تو ۴۲ کلومیٹر اندر تک جا کر گرے ہیں۔ جس نے پوری اسرائیلی قوم کو بے چین کر دیا ہے۔ کوئی اس خوف کو سمجھنے والا نہیں ہے۔ آج اسرائیل تنہا اس کا مقابلہ کر رہا ہے۔

فکر معاصر

بٹلہ ہاؤس سے کاما ہسپتال تک

ہیمنت کرکرے کی ہلاکت پر مرکزی وزیر عبدالرحمٰن انتولے نے جو بیان دیا تھا اس پر اٹھے ہنگامے کے بعد نہ صرف سنگھ پریوار بلکہ ''نرم ہندوتو'' والے پھر ایک مرتبہ کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔ منگل کے دن انتولے کے بیان پر پارلیمان کے دونوں ایوانوں میں جو کچھ ہوا وہ بلاشبہ نہایت افسوسناک ہے، لیکن اس سے قطع نظر اگر سارے واقعات پر غور کیا جائے تو سوال اٹھتا ہے کہ اگر آنجہانی ہیمنت کرکرے دہشت گردی میں سنگھ پریوار کے ملوث ہونے اور افواج ہند کے بعض افسروں پر فرقہ پرستی کے زہر کے اثر انداز ہونے اور دہشت گردی میں صرف اور صرف مسلمانوں کے ملوث ہونے کے من گھڑت، مذموم اور فتنہ انگیز مفروضے کی تردید نہ کرتے اور مہاراشٹر کی اے ٹی ایس پر حسب سابق مسلم دشمنی کا لیبل لگا رہتا تو ممبئی میں ۲۶؍ نومبر کو ہیمنت کرکرے اور دیگر پولیس افسران کی موت پر سنگھ پریوار اور حکومت میں ان کے ہم خیال زمین آسمان سر پر اٹھا لیتے اور اس پراسرار ہلاکت کی تحقیقات کے لئے انتولے کے مطالبے کی زبردست حمایت ہوتی اور انتولے کو کوئی فرقہ پرست اور ملک و قوم کا دشمن کہنے کی جرأت نہ کرتا۔

۱۹؍ ستمبر کو نئی دہلی کے علاقہ جامعہ نگر کا انکاؤنٹر انتہائی متنازعہ ہے۔ اس انکاؤنٹر میں جس طرح جس انداز میں بلکہ پراسرار انداز میں دہلی کے اسپیشل سیل کی پولیس نے کرایہ کے مکان میں مقیم دو نوجوان طالب علموں کو ہلاک کر دیا تھا وہ شبہات پیدا کرتا ہے۔ انکاؤنٹرس کی روایات کے مطابق مرنے والے مسلمان تھے اور ان پر دہلی میں صرف چند دن قبل ہوئے دہلی کے دھماکوں میں ملوث ہونے کے ساتھ اس سے قبل ہوئے جے پور اور احمد آباد کے ۲۰۰۸ء کے دھماکوں کی سازش میں شریک رہنے کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ پولیس کا ایک مستعد اور انکاؤنٹر میں مہارت کا حامل افسر موہن چند شرما بھی اس انکاؤنٹر میں ہلاک ہوا تھا۔ ان کی ہلاکت بھی انتہائی پراسرار مانی جاتی ہے۔ اس انکاؤنٹر کے اصلی ہونے پر کئی سوال اٹھے تھے۔ جامعہ نگر کے باشندوں جن میں عینی شاہدین بھی شامل تھے، کانگریس کے سینئر قائدین، طلبہ، صحافی، قانون داں، سماجی کارکن اور جامعہ کے اساتذہ نے اس تعلق سے خاصہ احتجاج کیا۔ اس مسئلہ پر بھی پہلے بی جے پی کے قائدین نے آڈوانی کی قیادت میں تحقیقات کے مطالبہ پر شور اٹھایا اور پولیس کی نیک نیتی اور صداقت پر سوال اٹھانے والوں پر اعتراض کیا گیا۔ وزیراعظم نے بھی تحقیقات کے مسئلے پر کوئی توجہ نہیں دی اور وزیراعظم کے مشیر ایم کے نارائنن نے تو انتہا کرتے ہوئے تحقیقات کے مطالبے کو ہی ملک و قوم کی مخالفت قرار دیا۔ اس طرح بٹلہ ہاؤس کے انکاؤنٹر پر راز و اسرار کے پردے پڑے ہیں۔ بی جے پی کے قائدین کا جارحانہ لب ولہجہ اور حکومت (بشمول وزیراعظم) کا علانیہ گریز یا سرکاری حلقوں کا نرم ''ہندوتو'' اپنا کام کر گیا، لیکن بٹلہ ہاؤس میں مرنے والے مسلمان نوجوانوں اور پولیس افسر موہن چند شرما کی موت باضمیر اور روشن خیال مکاتب فکر کی نظر میں انتہائی مشتبہ، مشکوک اور پراسرار رہے گی اور یہ بات عام طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ مارے جانے والے قاتلوں کو حکومت کی زیر سرپرستی کھلی چھوٹ ملی ہے۔

انتولے کا اپنا بیان واپس لینا نہ لینا یا ان کا یہ کہنا کہ وہ وزیر داخلہ کی وضاحت سے مطمئن ہیں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ سیاستدانوں کے لئے موقف بدلنا دباؤ کا شکار ہونا کوئی خاص بات نہیں ہوتی۔ سوال تو یہ ہے کہ جن معاملات کا تعلق مسلمانوں سے ہوتا ہے اس کے بارے میں آزادانہ تحقیقات کے مطالبے سے سنگھ پریوار کی بیزاری اس کی فاشٹ ذہنیت کو اجاگر کرتی ہے۔ فاشسٹوں کو اپنی بات منوانے کا شوق ہوتا ہے۔ یہی ذہنیت سنگھ پریوار کی ہے۔ جہاں اور جب بھی سنگھ پریوار اور بظاہر ان سے دور لیکن ان کے ہمنواؤں کے مفادات پر ضرب پڑتی ہے۔ سنگھ پریوار آگ بگولہ ہوجاتا ہے اور یہی اس بار ہوا ہے۔ اس سے قبل گودھرا کے اسٹیشن پر ریلوے بوگی کی آتشزدگی ہو یا بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر ہو ہر معاملے میں تحقیقات سے بی جے پی کا دامن بچانا ان کے دل کا چور ظاہر کرتا ہے جسے ''چور کی داڑھی میں تنکا'' بھی کہا جاتا ہے۔

(منصف، حیدرآباد)

ایک تمل مبصر کے احساسات

انسانی جانوں سے یہ بھید بھاؤ کیوں؟

زیر نظر مضمون تمل ناڈو کے معروف ناول نویس اور کالم نگار مسٹر گنانی (Gnani) کی اس تحریر کی ترجمانی ہے جو ممبئی کے حالیہ واقعات کے تناظر میں ہفت روزہ کُمُدَم میں شائع ہوئی تھی۔ کمدم تمل زبان کا کثیر الاشاعت اور باثر جریدہ ہے اور مسٹر گنانی اس میں OPakkangal کے نام سے لکھتے رہتے ہیں۔ یہ ترجمانی محمد ظفر اللہ رحمانی مدراسی نے سنگاپور سے بھیجی ہے۔

کیا آج ایک سو سے زائد افراد کو بندوق کی گولیوں سے ہلاک کرنے والے تشدد پسند سے زیادہ خطرناک ظالم اور کوئی ہوسکتا ہے؟ ملک کے انگریزی ٹی وی چینلز کو میں ایسے ہی بڑے ظالموں میں شمار کرتا ہوں۔ شہر مدراس مسلسل بارش کی وجہ سے پانی میں ڈوب رہا تھا۔ دوستوں کے مشورے سے ممبئی کے قیام ہی میں سلامتی کا خیال کرتے ہوئے ایک ہفتہ قیام کیا۔ اسی دوران مسلسل ساٹھ گھنٹے میڈیا کے متشدد حملے کی زد میں آ گیا۔ یہ بات بالکل غلط نہیں ہوگی کہ میڈیا کے اس Terrorism نے مجھے جان کنی کے عالم میں مبتلا کر دیا۔

ایک ہی جھوٹ کو بار بار دہراتے ہوئے سامعین و ناظرین کے ذہن میں ایک بات کو ثابت کرنے کی کوشش میں یہ سارے ٹی وی چینلز لگے رہے۔ اب بھی وہ ''ہندوستان کی علامت ہوٹل تاج کو جارحیت پسند افراد نے تاخت و تاراج کر دیا'' کا راگ الاپتے ہیں۔ میرا سوال ہے کہ تاج ہوٹل کون سے ہندوستان کی کس کی علامت ہے؟

ممبئی میں سب سے پہلے جارحیت کا شکار ہونے والا چھترپتی شیواجی ٹرمنل ہی شہر ممبئی کی علامت و نشانی ہے۔ یہیں سے ہندوستان کے ساری ریاستوں سے عموماً بہار، اترپردیش، ویسٹ بنگال، تاملناڈو سے خصوصاً روزانہ کئی ہزار ہندوستانی آ کر اترتے ہیں اور محنت و مشقت سے اپنے آپ کو اور شہر ممبئی کو پروان چڑھاتے ہیں۔ اسی ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر پہلے پہل ساٹھ سے زائد افراد ہلاکت کا نشانہ بنے۔

مگر آج تک کسی چینل نے اس اسٹیشن کے مناظر کو دکھایا نہیں۔ ''تاج محل پیلس'' اور اوبرائے جیسے اسٹار ہوٹلوں کے ٹوٹے پھوٹے صوفے، جلے ہوئے قالین، ادھ جلے پردوں کو دکھانے کے لئے معروف جرنلسٹ برکھادت صاحبہ اپنا کیمرہ لئے ادھر ادھر بھاگتی رہی ہیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ گورنمنٹ ہسپتال کے مردہ خانے میں پڑی ہوئی لاوارث میتوں کو پہچاننے یا جن کی نشاندہی ہو چکی ان میتوں کو حاصل کرنے کے لئے ان کے ورثاء جن تکالیف کا سامنا کر رہے ہیں، جو پاپڑ بیل رہے ہیں ان کی خبر گیری کرنے کے لئے کوئی ایک ٹی وی چینل بھی آگے نہیں بڑھا۔

سارے ٹی وی چینل اس خیالی تصویر کو بنانے میں ہی کوشاں رہے کہ ممبئی شہر جارحیت کے حملے سے ''مبہوت'' ہو گیا ہے۔ مگر واقعتاً ایسا نہ ہوا۔ چھترپتی شیواجی ریلوے اسٹیشن دوسرے ہی دن صبح سویرے سے بحال ہو کر حرکت میں آ گیا۔ جارحانہ حملے کے نرغے میں آنے والے وہ مقامات یعنی تاج ہوٹل، اوبرائے ہوٹل، نریمان ہاؤس نامی یہودی رہائش گاہ کے علاوہ سارا شہر اپنی حالت پر واپس آ گیا۔

یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ شہر ممبئی کے عام آدمی کی روزمرہ زندگی کا ''تاج ہوٹل'' یا ''اوبرائے ہوٹل'' سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ ملک و بیرون ملک کا مالدار طبقہ ہی ان جگہوں سے وابستہ رہتا ہے۔ ان ہوٹلوں پر حملے کی کوریج کرنے کے لئے ساٹھ گھنٹے اسی مقامات پر جمع شدہ تین سو سے زائد ٹی وی کے نمائندے، کیمرہ آپریٹروں میں دس پندرہ کے سوا باقی لوگ عام دنوں میں وہاں جا کر کافی تک نوش نہیں کر سکتے۔ ہر روز ساٹھ لاکھ مسافروں کو صبح شام لانے اور لے جانے میں مصروف ممبئی شہر کے میٹرو ریل کی گاڑیوں میں جب بم دھماکے ہوئے اور سیکڑوں افراد اس سے ہلاک ہوئے تو ان چینلوں نے شہر ممبئی پر حملہ یا ہندوستان پر حملے کا واویلا نہیں مچایا تو پھر پانچ ستارہ ہوٹلوں پر ہونے والے حملوں پر اتنا زیادہ چیخ و پکار کی کیا وجہ ہے؟

یہ جگہیں ایسی ہیں کہ جہاں عالمی شہرت یافتہ تاجر، سیاسی لیڈر، درمیانی بروکر (دلال) فلمی ستارے، فلم، سیاست، دہشت گردی ان سب کو مالی اعانت دینے والے مافیا اور جرائم پیشہ افراد روزانہ انہی ہوٹلوں میں ملاقات کرتے ہیں۔

یہ ہوٹل شان و شوکت، رعب و دبدبہ اور زور و طاقت کی علامت ہے نہ کہ ملک کی نشانی یا عوام الناس کی علامت۔ اسی وجہ سے اس بار جارحیت پسند طاقتوں نے اس ہوٹل کو منتخب کیا۔ سیدھے سادے بے گناہ عوام کو قتل کر کے کوئی فائدہ نہیں۔ بس، ٹرین میں بم رکھنے سے عوام الناس ہی مرتے ہیں، لیکن دوسرے ہی دن ماحول میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ دیر تک اس کا اثر نہیں رہتا۔ چند گھنٹوں میں ساری بستی بحال ہو جاتی ہے، حکومت بھی بے گناہ عوام کی ہلاکت پر خاموشی اختیار کر لیتی ہے اور اپنی آمریت کے نشے میں ڈوب جاتی ہے۔ یہ ساری باتیں دہشت پسند بھی سمجھ چکے ہیں۔

اسٹار ہوٹلوں کو نشانہ بنانے پر ہی ارباب حکومت خواب غفلت سے بیدار ہوتے ہیں اور بے چین ہو جاتے ہیں۔ ان کی دلجوئی کر کے اپنی چاندی بنانے والے سارے ٹی وی چینلز نوحہ خوانی میں اتر آتے ہیں۔ ''پیمانہ صبر لبریز ہو گیا ہے اب بس جاگو، اٹھو، اینٹ کا جواب پتھر سے دو'' کا ''راگ'' بلند ہوتا ہے۔

بس، ٹرین، مارکیٹ کے بم دھماکوں کے بعد دوسرے ہی دن حالات سدھر جاتے ہیں تو اس کو ''اسپرٹ آف ممبئی'' کا نام دیتے ہیں۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحہ محنت کش عوام اپنے کام پر واپس آتے ہیں تو انہی مالداروں کی فیکٹریاں، دفاتر، ہوٹلز، فلم شوٹنگ غرض ساری چیزیں کسی رکاوٹ کے بغیر دوبارہ جاری ہو جاتی ہیں۔ جب تک اپنی کاروباری زندگی میں رکاوٹ و نقصان نہیں آتا تو وہ ''اسپرٹ آف ممبئی''۔ لیکن اب جبکہ براہ راست مالدار طبقے پر زد پڑی تو معاملہ ناقابل برداشت نظر آنے لگا اور کہا جانے لگا کہ ہاتھ باندھ کر بیٹھنا نہیں اٹھو اور اس حملے کا جواب دے کر دم لو۔ گلیوں کوچوں میں بیانات جاری کرواتے ہیں۔ یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ سوئمنگ پولوں کی، شراب و کباب کے قحبہ خانوں کی حفاظت کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے جسے حکومت کو باقاعدہ انجام دینا چاہئے۔ ہمیشہ ایک ہی لائحہ عمل کی پیروی کی جاتی ہے کہ جب تک دیوالیہ نہ ہوں گے نفع کے مالک ہم ہیں۔ جب دیوالیہ نکل جائے گا تو اب اس کی ذمہ داری حکومت کے سر ہے۔

یہ بھی ایک المیہ ہے کہ چینلوں کی اس مسلسل پرچار کی سیاست بھی کامیاب ہو رہی ہے۔ شہادت بابری مسجد، پارلیمنٹ پر حملہ، بس، ٹرین میں دھماکہ و ہلاکت، گجرات کے مندر پر حملہ، مسلمانوں کی گجرات میں نسل کشی، ہزاروں زراعت پیشہ لوگوں کی خودکشی قرضوں سے بچنے کے لئے، ان سارے مسائل کے پیش آنے کے وقت پر کوئی استعفیٰ کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ مگر اسٹار ہوٹل پر کئے جانے والے حملے نے مرکزی وزیر داخلہ، ریاستی وزیراعلیٰ، ریاستی وزیر داخلہ غرض تین بڑے عہدیداران اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے ہیں۔

پولیس افسروں سے لے کر کمانڈوز تک کئی لوگ اس معرکہ میں اپنی جان گنوا بیٹھے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انھوں نے اپنی ذمہ داری بخوبی انجام دی۔ لیکن عقلمندی کا ثبوت دئے بغیر کتنی ہی بڑی قربانی و ایثار کیا جائے تو وہ بے معنی ہوگی۔ مالیگاؤں بم دھماکہ کی تفتیش کرنے والی ٹیم کے سربراہ ہیمنت کرکرے کا اپنے دوساتھی افسروں کے ساتھ ایک ہی جیپ میں سوار ہو کر جانا اور جارحیت پسند افراد کی گولیوں کے نشانے بننا حماقت کی بلندی ہی سمجھی جائے گی۔ اعلیٰ سطح کے افسران کا ایمرجنسی موقع پر ایک ہی گاڑی میں سفر نہ کرنا ایک بنیادی قانون ہے۔ وزیراعظم اور صدر جمہوریہ ایک ہی گاڑی میں سفر نہیں کرتے۔ اس بنیادی ضابطے کو نظر انداز کر کے جان کی قربانی دینے سے کیا فائدہ؟

یہ بات بھی کم دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ جس طرح فلمی ہیروئن اپنے اندرونی لباس کو چھپانے کے نام پر ایک پتلی سی چادر اپنے اوپر ڈال لیتی ہے اسی طرح ٹی وی چینلوں میں انٹرویو دینے والے کمانڈوز کے سربراہ نے اپنا چہرہ چھپانے کے لئے ایک کپڑا باندھ لیا ہے۔ تاج ہوٹل کا اندرونی نقشہ کیسا ہوگا یہ کمانڈوز کی ٹیم کو یا اس کے سربراہ کو معلوم نہیں۔ اس لئے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جبکہ اس ہوٹل میں گھس کر موت کا کھیل کھیلنے والے جارحیت پسند نوجوان وہاں کے ہر کونے کونے سے واقف تھے۔ یہ سرٹیفکیٹ انہی کمانڈوز ٹیم کے سربراہ دے رہے تھے۔

کمانڈوز جو یہ جان کر ہی میدان میں آتے ہیں کہ یہ لڑائی کئی گھنٹوں تک جاری رہے گی تو مزید ایک گھنٹہ صرف کر کے باقاعدہ ہوٹل کے اندرونی حصوں کے نقشہ جات حاصل کر کے اترنے میں ان کو کون سی چیز مانع تھی؟ کیا ہوٹل کے مالک رتن ٹاٹا سے آدھے گھنٹے کے اندر ہی اس نقشہ کو فراہم نہیں کر سکتے تھے؟ کہا جاتا ہے کہ آتنک وادیوں کے پاس سٹیلائٹ سے حاصل شدہ تصاویر و نقشے بھی تھے۔ کیا حکومت ہند کے پاس یہ نقشے نہیں ہیں؟

ان سارے سوالوں کو یہ ٹی وی چینلز یکسر بھول گئے اور کبھی بھی ان کو نہیں اٹھایا۔ ایک ہفتے سے یہی بات دہرائی جا رہی ہے کہ اس صورتحال کی ساری ذمہ داری سیاستدانوں پر ہی ہے جو ان کو مجرم بنانے کے لئے ایک مکمل تحریک کے طور پر کام کرتے ہیں۔

ملک جبکہ ایک نازک حالت سے گزر رہا ہے ایسے وقت میں کیا وزیراعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ اور مخالف پارٹی کے سربراہ ایل کے آڈوانی ایک ساتھ نہیں آ سکتے۔ کیوں علیحدہ علیحدہ آئے، مسٹر راجدیپ اور ارناب یہ سوال اٹھا رہے تھے۔

ملک کی نازک حالت ہے تو سیاستداں مل کر آئیں گے مل بیٹھیں گے۔ ایسے مواقع پر سیاسی دشمنی کو نظرانداز کر دینا ٹھیک ہے مگر چینلوں کی کیا حالت تھی؟ وہ کیسی راہ عمل اختیار کریں؟ وہ بھی ہر جگہ اپنے اپنے نمائندے بھیجنے کے بجائے علیحدہ علیحدہ کیمرہ مینوں کو مقرر کرنے کے بجائے ریکارڈنگ اور انٹرویوز کو آپس میں بانٹ تو سکتے ہیں باقی لوگوں کو مزید جگہوں پر بھیج کر مکمل کوریج تو کر سکتے تھے؟ لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہر دس منٹ میں ایک بار ان کا اعلان ہوتا تھا: ''یہ خبر ہمارے چینل ہی نے پہلی بار پیش کی''۔ ''یہ خبر ہماری خصوصی پیشکش ہے''۔

ملک کے اس نازک مرحلے میں تم لوگ اپنی تجارت اس طرح کر سکتے ہو تو سیاستداں کیا سیاست نہیں کر سکتا؟۔ دراصل سیاست کرنے والے یہی چینلز ہی ہیں۔ اس ملک کے بڑے بڑے مالداروں کی حمایت میں کی جانے والی سیاست۔ بے گناہ، مفلس و غریب عوام الناس پر جب حملہ ہوا تو انھوں نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ 'اب صبر کیا نہیں جائے گا' اٹھو، جاگو، آتنک وادیوں کے حملوں کا جواب دو۔ اب جبکہ اسٹار ہوٹلس حملہ آوروں کے نشانے پر آئے ہیں تو ایک ساتھ آواز اٹھ رہی ہے کہ ملک خطرے میں ہے۔ اس کو بچانے کے لئے ایک ہو جاؤ۔ امیتابھ بچن سے لے کر عامر خان تک کا یہی رونا ہے۔ ہر آدمی نیٹ کے اپنے 'بلاگ' میں اسی بات کا رونا رو رہا ہے۔

یہ بھی ایک المیہ ہے کہ چینلوں کی اس مسلسل پرچار کی سیاست بھی کامیاب ہو رہی ہے۔ شہادت بابری مسجد، پارلیمنٹ پر حملہ، بس، ٹرین میں دھماکہ و ہلاکت، گجرات کے مندر پر حملہ، مسلمانوں کی گجرات میں نسل کشی، ہزاروں زراعت پیشہ لوگوں کی خودکشی قرضوں سے بچنے کے لئے، ان سارے مسائل کے پیش آنے کے وقت پر کوئی استعفیٰ کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ مگر اسٹار ہوٹل پر کئے جانے والے حملے نے مرکزی وزیر داخلہ، ریاستی وزیراعلیٰ، ریاستی وزیر داخلہ غرض تین بڑے عہدیداران اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے ہیں۔

یہ چینل پوشیدہ طور پر اس تصور کو بڑھاوا دے رہے ہیں کہ ہر سیاست اور ہر سیاستداں بے کار و بدکار ہے۔ ایک آمرانہ فرد ہی اس ملک کی ضرورت ہے۔ مالدار طبقہ کو پسندیدہ افراد ڈکٹیٹر اور جارحیت پسند لوگ ہی ہیں۔ کیونکہ یہی دونوں طبقوں سے ہی خرید و فروخت اور Negociation ممکن ہے۔ جمہوریت میں سیاستداں ایک حد تک ہی نڈر ہو سکتے ہیں۔ وہ عوام سے بھی ڈرتے ہیں، یہ ضروری ہے۔

عوام الناس کے غیظ و غضب کو فروغ دے کر انہیں عام طور پر سیاستداں اور سیاست سے متنفر کرنا، اعتماد کو کھلانا یہ بات جمہوریت کے لئے بے حد خطرناک ہے۔ Crossborder Terrorism سے زیادہ ملک کے لئے نقصاندہ ہے یہ ''درون خانہ آتنک واد'' بغیر ہتھیار اور خون سے لڑی جانے والی یہ جنگ کے نقصانات ہمارے جسموں پر نہیں بلکہ دل و افکار اور تصورات کو ملیامیٹ کر دیں گے۔ اس سے باخبر اور ہوشیار رہنا چاہئے۔

●●

ترجمہ: مسعود الرحمٰن خاں ندوی

امریکی صدارتی انتخابات میں دین کا عمل دخل

جارج ڈبلیو بش کے ۲۰۰۰ء اور ۲۰۰۴ء کے دونوں انتخابات میں انجیلی لابی (عیسائی محافظ رجحان) نے فیصلہ کن رول ادا کیا تھا اس لئے یہ بات فطری تھی کہ ۲۰۰۸ء کے صدارتی انتخابات میں بھی جمہوری پارٹی اسی راگ کو الاپے، بلکہ جمہوری خیمہ کے محافظین تو نے دینی رنگ کے اسلحہ کے استعمال سے بھی پرہیز نہیں کیا اور ڈیموکریٹ امیدوار بارک اوبامہ پر کھلم کھلا الزام لگایا کہ وہ اپنے اسلام کو چھپاتا ہے حالانکہ اس کا باپ مسلمان تھا۔

بش کے ۲۰۰۴ء کے انتخابات میں دینی رجحانات کے تجزیہ نگار ماہرین نے کہا تھا: ''بش کی انتخابی مہم ٹیم کو توقع کے مطابق بش کی کامیابی مکمل طور پر مومن محافظین کو اپنی طرف مائل کرنے کی وجہ سے ہوئی تھی''۔ اس لئے کہ انھوں نے الیکشن میں اپنے آپ کو انجیل میں مذکور ''شر کے محور'' سے امریکہ کا ''نجات دہندہ'' بنا کر پیش کیا تھا۔ یہی کام اس مرتبہ جمہوری امیدوار جان میک کین نے کیا، حالانکہ ۲۰۰۰ء کی انتخابی مہم میں جب وہ جماعتی امیدواری کی دوڑ میں بش کے حریف تھے تو بش پر ''دینی تعصب کے ایجنٹوں کے دلال'' ہونے کا الزام لگاتے تھے، لیکن ۲۰۰۸ء کے انتخابات میں مکمل طور سے اپنا موقف بدل کر انجیلی رجحان سے دوستی کا اظہار کرنے لگے اور اپنے نائب کے طور پر محافظ رجحان کی نمائندہ سارہ پالین کو بھی اسی لئے نامزد کیا تاکہ انجیلی چرچ ان کی انتخابی مہم کا بنیادی محرک بن جائے جس کو جمہوری پارٹی ووٹ بھنانے میں استعمال کرے۔

لیکن ۲۰۰۸ء کے انتخابات میں سوال یہ تھا کہ کیا ووٹرس گزشتہ کی طرح دینی نعرے بلند کرنے والوں کو ووٹ دیں گے؟ یا ان پر اب یہ واضح ہو گیا کہ انجیلی شعارات بلند کرنے والے سیاستدانوں نے ہی ان کو اپنے دور حکومت میں جنگوں، مسائل و مشکلات اور اقتصادی بدحالی میں پھنسایا ہے؟ یا مالی بحران اور خساروں سے حاصل ہونے والی بدحالی ایک بار پھر دین کا استحصال کرنے والوں کو دینی راگ الاپنے کا موقع دے گی؟ یا اب امریکی ووٹرس دینی کارڈ کھیل کر انجیلی رجحان کو اپنے حق میں استعمال کرنے والوں سے اتنے ہوشیار ہو گئے ہیں کہ اس مرتبہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے؟

اس سیاق میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک طرف اقتصادی خساروں اور بحرانوں کے بعد نئی رائے شماریوں سے امریکیوں میں بنیاد پرستی کے رجحان میں اضافہ کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف دیگر اعداد و شمار سے سیاسی رنگ میں دینی اثرات کی کمی کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ ۲۰۰۴ء میں تیس فیصد محافظین کا خیال تھا کہ چرچ اور عبادت گاہوں کو سیاست سے باہر رہنا چاہئے جبکہ اب ''پیو'' ادارہ کے ۲۱؍اگست کو شائع شدہ جائزے کے مطابق ان کی تعداد پچاس فیصد ہو گئی جس کا مطلب یہ ہے کہ دین و سیاست کے ارتباط کے رجحان میں کمی ہوئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکی صدارتی انتخابات پر پہلے دین کا ایسا اثر نہیں ہوتا تھا جیسا کہ ۲۰۰۴ء کے انتخابات میں دیکھا گیا یا اب ۲۰۰۸ء کے انتخابات میں دیکھا گیا۔ بش کو دوسری مدت صدارت میں کامیابی ان کی انتخابی مہم میں مختلف شعارات کے ذریعے دینی عناصر پر زور دینے کی وجہ سے ہوئی تھی جسے ایمان باللہ، ''نصرانی انجیلی تحالف'' کی تعلیمات کی تنفیذ، سیاسی زندگی میں ''محافظین نو'' کی لابی کا ظہور، امریکہ کے دشمنوں پر ''صلیبی جنگوں'' کی ابتداء اپنے مفادات کے حصول کے لئے ولایات متحدہ پر حاوی ہونا اور قوت کے ذریعے دنیا پر حملے اور قبضے کی مہم۔

اس امریکی دینی رجحان کا خطرناک پہلو یہ ہے کہ وہ صہیونی وجود کے مفادات کو ہر چیز پر مقدم رکھتا ہے اور ''انجیلی تصورات'' کے مطابق ''فلسطین'' پر یہود کے تسلط، تمام یہود کی ''قدس'' میں واپسی، تاریخ کے دوران کے نظریہ کے سیاق میں ''بابل'' کی سرزمین (عراق) پر تسلط اور ''ھرمجدون'' کے تصور پر ایمان کی ضرورت کا قائل ہے، اس لئے صہیونی وجود کی مدد کے لئے امریکی صدور کی ہر حرکت دینی ربانی حکم ہے جس کی تنفیذ ان پر واجب ہے۔ اس کے مقابلے میں دونوں امیدواروں کی امریکی مسلمانوں کے مسائل کی طرف توجہ کمتر ہے اور اس مرتبہ خود امریکی مسلمانوں کی توجہ امریکہ کے مالی بحران کی وجہ سے بیرونی سے زیادہ اپنے اقتصادی حالات اور اندرونی مشکلات پر مرکوز ہے۔

جس طرح جمہوری پارٹی نے انتخابات میں دین کو ہتھیار بنایا اسی طرح ڈیموکریٹ پارٹی نے بھی یہی ہتھیار استعمال کیا، لیکن اس نے دین کی تمام حیثیت عیسائی، یہودی، اسلامی پر بات کو مرکوز رکھا تاکہ امریکیوں کے بقول: ''جدید امریکی رواداری'' یا بارک اوباما کے مطابق ''تغیر و تبدیلی'' کا تاثر پیدا ہو اور تمام ادیان کے ماننے والے ان کو ووٹ دیں۔ چنانچہ بارک اوباما کی امیدواری کے بعد ڈیموکریٹ پارٹی کی کانفرنس کا افتتاح ''انجیلی دینی وعظ'' سے ہوا جس کو چرچ کے گانے والے فرقہ نے پیش کیا، اس کے بعد یہودی حاخام نے رواداری اور مستقبل سے متعلق توراۃ کی حکایات بیان کیں، پھر کیتھولک واعظ ہیلین بریجین نے وعظ کیا، آخر میں مسلم نوجوان عورت حجاب پہنے (اسکارف باندھے ہوئے) کئی شخصیات کے ساتھ اسٹیج پر آئی جن میں شمالی امریکہ کے اسلامی گروہ کی صدر انجرید ماتسون بھی تھیں، ان کے علاوہ مختلف صوبوں کے چرچوں کے تابع کئی پادری بھی تھے، اس سے یہ بات واضح تھی کہ ڈیموکریٹس کا مقصد دیندار ووٹرس کے سامنے اپنی تصویر بہتر بنانا اور یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ تمام ادیان (جن کو سیاسی امور میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے) کے ساتھ زیادہ الفت و محبت کا تعلق رکھتے ہیں، بارک اوباما کے خطاب میں چرچ میں عبادت پر ترکیز سے بھی یہ بات واضح تھی کہ وہ ری پبلکنز کے عائد کردہ الزام ''اسلام سے تعلق'' کا جواب دے رہے ہیں۔ بارک اوباما کی انتخابی مہم کے سربراہ جوشوا دوبوی نے بھی یہ اعتراف کیا: انتخابی مہم میں بارک اوباما کا عقیدہ ایک ثابت و مستقل عنصر تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ دیندار ووٹرس سے رابطہ پیدا کرنے کے لئے پارٹی کی عام کانفرنس میں دین طاقت کے ساتھ موجود رہے۔

ہفت روزہ واشنگٹن رپورٹر نے اوکلاہوما یونیورسٹی میں پولیٹیکل سائنس کے پروفیسر آلان ہیرتزک کی یہ بات نقل کی ہے: ''جمہوری پارٹی کو روایتی طور پر ووٹ دینے والوں کے ووٹ حاصل کرنے کی بارک اوباما کی کوشش زیادہ سودمند نہیں ہوگی، اس لئے کہ ان کی تائید کرنے والے کیتھولک ووٹرس کی تعداد میں بہت معمولی اضافہ ہوا ہے اور سفید فام انجیلی اب بھی جمہوری پارٹی سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

بارک اوباما کے لئے صرف یہ موقع ہے کہ جان میک کین کے دینداروں کے ووٹوں میں سے تھوڑے سے پوائنٹس بھی حاصل کر لیں تو وہ ۲۰۰۴ء کے جارج ڈبلیو بش کے الیکشن کی طرح بڑے فیصلہ کن ہوں گے۔ اس لئے کہ بنیاد پرست انجیلی (محافظین) جمہوری پارٹی کے امیدوار کو ووٹس دیتے ہیں جبکہ معتدل انجیلی اور کیتھولک ووٹس دونوں پارٹیوں کے امیدواروں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور مقابلہ کا فیصلہ دینداروں کے ووٹس کرتے ہیں۔ امریکہ کے مجموعی ووٹوں میں ۷۸٫۴ فیصد عیسائی ہیں جبکہ دیگر ادیان و اعتقادات کے ووٹ ۱۵٫۵ فیصد ہیں اور کسی دین یا عقیدہ سے غیر متعلق ووٹ ۶٫۱ فیصد ہیں۔ (پیو سینٹر کا ۲۰۰۷ء کا جائزہ، شائع شدہ ۲۴؍فروری ۲۰۰۸ء)۔

امریکہ میں عیسائی پروٹسٹنٹ سب سے بڑا فرقہ یعنی ۵۱٫۳ فیصد ہے، جبکہ کیتھولک فرقہ ۲۳٫۹ فیصد ہے۔ نیز پروٹسٹنٹ کی تین گروہوں میں تقسیم اس طرح ہے: متشدد انجیلی (محافظین)، معتدل انجیلی اور سیاہ فام۔ آخری جائزوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ متشدد انجیلی ۶۸ فیصد جان میک کین کی اور ۲۴ فیصد بارک اوباما کی تائید میں ہیں۔ یہ تناسب ۲۰۰۴ء کے انتخابات سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ موجودہ صدارتی انتخابات میں دین کا سرگرم حصہ ہے، جس کا نتائج پر اثر پڑے گا۔ جان میک کین کے خسارے کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ امریکی سیاست میں دین کا اثر کم ہو گیا، بلکہ مطلب صرف یہ ہوگا کہ سیاستدانوں کے کھیل کود کو لگام دینے کے لئے اس کے دور کی ازسرنو تحدید ہوئی ہے، اس لئے کہ سامنے تہذیبی کشکش اور دینی جنگیں ہیں۔

(رپورٹ: ہفت روزہ المجتمع، کویت)

دس اتحادی فوجی ہلاک

کابل۔ طالبان نے جنوب مشرقی افغانستان میں مختلف کارروائیوں کے دوران دس اتحادی فوجیوں کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ ریڈیو تہران کی رپورٹ کے مطابق طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے بتایا کہ گزشتہ روز پکتیا کے علاقے شہادت تنگی میں طالبان نے بارودی سرنگ دھماکہ کے ذریعے ایک اتحادی ٹینک کو تباہ کر دیا۔ اس واقعہ میں چار اتحادی فوجی ہلاک ہو گئے۔ اسی طرح وسطی صوبہ غزنی میں بین الاقوامی سلامتی معاون فورس (ایساف) کا ایک ٹینک بارودی سرنگ دھماکہ میں تباہ کر دیا گیا جس میں تین اتحادی فوجی ہلاک ہو گئے۔

طالبان کے ایک اور ترجمان قاری یوسف احمدی نے بتایا کہ ہلمند کے ضلع گریشک میں طالبان کے حملے میں مزید تین اتحادی فوجی ہلاک ہو گئے۔ اتحادی فوج اور افغان حکومت کی جانب سے ابھی تک طالبان کے دعوے پر کسی قسم کا کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا۔

میڈیا سنسنی پھیلانے کی بجائے تعمیری و اصلاحی رول ادا کرے

مولانا محمد اسرارالحق قاسمی

◎

''میڈیا'' کو پوری آزادی حاصل ہونی چاہئے یا نہیں؟ یہ سوال دلچسپ بھی ہے اور انتہائی اہمیت کا حامل بھی۔ جہاں میڈیا کو آزادی حاصل نہیں ہے، اور اس پر طرح طرح کی پابندیاں لگی ہوئی ہیں وہاں اس کے تلخ تجربات ہورہے ہیں۔ مگر دوسری طرف جہاں میڈیا کو تقریباً پوری آزادی حاصل ہے وہاں بھی مختلف قسم کے بہت سے تلخ تجربات سامنے آرہے ہیں اور میڈیا کی آزادی قومی وسماجی سطح پر ایک مسئلہ بنتی جارہی ہے۔ جمہوری ممالک میں میڈیا کی آزادی کو اہم ترین تصور کیا جاتا ہے اور یہ سچ بھی ہے کہ عملی طور پر جمہوریت اسی وقت قائم رہ سکتی ہے جب کہ میڈیا کو آزادی حاصل ہو اور اظہار رائے پر پابندی نہ ہو۔ کیونکہ برعکس صورت میں میڈیا کے سرکاری آلہ کار بن جانے کے امکانات زیادہ قوی ہیں۔ جیسا کہ اس کا اندازہ ان چینلوں، ریڈیو اور اخباروں کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے جو سرکاروں کے زیر اثر ہیں مگر وہ ٹی وی ویڈیو چینلز اور اخبارات ورسائل جو نجی ہیں الگ تصور پیش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

یہ نجی چینلز واخبارات اکثر وبیشتر بعض اہم مسائل پر سرکاروں کی عدم توجہی کو آڑے ہاتھوں لے لیتے ہیں، اسی لئے بعض مرتبہ سرکاری ادارے میڈیا سے خائف دکھائی دیتے ہیں۔ جب کہ جن ممالک میں میڈیا کو آزادی حاصل نہیں ہے وہاں حکمراں طبقہ میڈیا سے ذرا بھی خائف نہیں ہوتا کیونکہ وہاں کے اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی چینلوں پر وہی نشر ہوتا ہے جو وہاں کی سرکاریں چاہتی ہیں ظاہری بات ہے کہ اس صورت میں سرکاروں کی حصولیابیاں تو سامنے آتی ہیں لیکن ان کوتاہیوں ولاپرواہیوں پر پردہ پڑا رہتا ہے۔ گویا کہ ان ممالک میں میڈیا عوام کی ترجمانی نہیں کرتا بلکہ صرف سرکاروں کا آلہ کار ہوتا ہے۔

المیہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں گزشتہ چند سالوں کے دوران آزاد میڈیا نے جو کردار پیش کیا ہے اور ہنوز کررہا ہے وہ بھی ملک وعوام کے حق میں بہتر ثابت ہونے کی بجائے خطرناک ثابت ہورہا ہے۔ قومی اخبارات ورسائل ہوں یا ٹی وی چینلز، زیادہ تر دولت اور مقبولیت حاصل کرنے کی ہوڑ میں اپنے فریضہ منصبی تک کو بھول گئے ہیں۔ جس کے دوررس نتائج ہر سطح پر دکھائی دے رہے ہیں۔ انٹرٹینمنٹ سے وابستہ چینلز تو معاشرے میں زہر گھول ہی رہے ہیں، لیکن ثقافتی چینلز بھی معاشرہ کو بگاڑنے میں ان سے پیچھے نظر نہیں آتے بلکہ دو قدم بڑھ کر نئی نسل کو تباہی کے دہانے پر لے جارہے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد سالانہ کروڑوں واربوں روپے کمانا ہوتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ حیران کن بات تو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں خبروں کے چینلز بھی ملک وعوام کو فائدہ کم نقصان زیادہ پہنچاتے دکھائی دے رہے ہیں۔ کہنے کو تو یہ ۲۴ گھنٹے کے چینلز ہیں لیکن ۲۴ گھنٹوں میں شاید دوچار اہم وتعمیری خبریں نشر کرپاتے ہوں۔ ہاں یہ چینلز سنسنی پھیلانے کا کوئی موقع نہیں گنوانا چاہتے۔ حالانکہ انہیں موٹی رقم کمانے کے لئے ہمیشہ اشتہارات کی فکر دامن گیر رہتی ہے اس لئے جتنی دیر خبریں نشر کرتے ہیں اس سے زیادہ اشتہارات دیتے ہیں مگر دھماکہ خیز واقعات کو سنسنی خیز بنانے کے لئے گھنٹوں تک بریک نہیں لیتے۔

اس دوران جو منہ میں آتا ہے کہے جاتے ہیں اور جو بھی الٹی سیدھی غیر مصدقہ خبریں انہیں موصول ہوتی ہیں نشر کرتے رہتے ہیں۔ لائیو کوریج کے نام پر حد سے زیادہ جذباتی ہونے کے سبب وہ اس بات پر بھی نظر نہیں ڈال پاتے کہ وہ خبر قوم کے مفاد میں ہے یا نہیں اور جرائم پیشہ افراد یا دہشت گرد عناصر کو بھی ان سے فائدہ مل سکتا ہے یا نہیں۔ ممبئی میں دہشت گردانہ واقعہ کے دوران ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی خواہش میں ٹی وی چینلوں کی لائیو کوریج سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ممبئی واقعہ کی تفتیش کرنے والی ایجنسیوں کا کہنا ہے کہ چینلوں کی بروقت خبروں سے ملک کی سرحدوں سے دور بیٹھے دہشت گردی کے ماسٹر مائنڈ چینلوں کے براہ راست نشریہ سے کمانڈوز کی پوزیشن کے بارے میں واقفیت حاصل کرکے حملہ آوروں کو یہ بتاتے رہے کہ کمانڈوز کی تازہ ترین پوزیشن کیا ہے، جس سے کہ آپریشن طویل ہوتا رہا اور ہوٹلوں میں موجود لوگوں کی جانیں جاتی رہیں۔ الیکٹرانک میڈیا کے اس غیر ذمہ دارانہ رویہ کو دیکھتے ہوئے اب آہستہ آہستہ یہ آواز اٹھتی ہوئی نظر آرہی ہے کہ خبروں کے چینلوں کو اتنا بے لگام نہ چھوڑا جائے کہ ان کی وجہ سے قومی مفادات متاثر ہوں۔ خود حکومت بھی اس بارے میں غور کرتی دکھائی دے رہی ہے کہ چینلوں کے براہ راست نشریات کی اجازت نہ دی جائے۔

قومی وعوامی مفادات کے تحفظ کے لئے اب موثر اقدامات کو زیادہ دیر تک نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ خبروں سے آگے بھی دیگر بہت سے معاملات میں میڈیا کو محتاط رہنے کا پابند بنانا ضروری ہے۔ مثلاً الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کو دو فرقوں سے متعلق خبریں وتجزیے پیش کرنے میں بھی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ اس کے علاوہ ان چینلوں پر بھی لگام کسنے کی ضرورت ہے جو انٹرٹینمنٹ اور ثقافت کے نام پر سماج میں عریانیت کو فروغ دے رہے ہیں وہ پروگرام جو ہندوستانی سماج کی عکاسی نہیں کرتے انہیں چینلوں پر نشر کرنے کی بالکل بھی اجازت نہیں دی جانی چاہئے۔ اس سلسلہ میں اخبارات ورسائل پر بھی نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض اخبارات عوام میں مسلسل نفرت پھیلارہے ہیں۔ مثال کے طور پر بال ٹھاکرے کے ''سامنا'' اخبار کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

اس اخبار کے ذریعہ کبھی علاقائیت کے نام پر منافرت کو بڑھاوا دیا جاتا ہے تو کبھی مذہب کے نام پر لوگوں کے جذبات کو بھڑکایا جاتا ہے اور کبھی سخت گیر جماعتوں کے پرتشدد واقعات کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ گزشتہ دنوں اس اخبار میں ایک مخصوص صوبے کو نشانہ بنایا گیا تھا جس کے باعث حالات کافی کشیدہ ہوگئے تھے۔ ابھی حال ہی میں شیوسینا کے سپریمو بال ٹھاکرے نے اس اخبار کے ذریعہ ہندو دہشت گردی کے فروغ کی حمایت کی ہے اور جن سخت گیر جماعتوں کے افراد کے نام اے ٹی ایس کی تفتیش کے مطابق دہشت گرد کے طور پر سامنے آئے تھے، ان کی کھل کر حوصلہ افزائی کی ہے۔ ظاہری بات ہے کہ یہ بات نہ صرف کسی ایک فرقے کے خلاف ہے بلکہ قومی مفاد کے بھی خلاف ہے اور نوجوانوں کو ملک سے بغاوت پر آمادہ کرتی ہے۔ وقت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایسی تحریروں پر پابندی لگنی چاہئے جو فرقہ وارانہ جذبات کو بھڑکانے والی ہوں اور ایسے اخبارات کے خلاف سخت قدم اٹھانے کا قانونی جواز ہونا چاہئے جو دہشت گردی کی کھل کر وکالت کرتے ہیں۔ فرقہ پرستی کو بڑھاوا دینے میں ایک اور اخبار ''پانچ جنیہ'' بھی پیچھے دکھائی نہیں دیتا۔ اگر اب بھی فرقہ پرستی اور دہشت گردی کی حمایت کرنے والے اخبارات ورسائل کو گرفت میں نہیں لیا گیا تو کچھ بعید نہیں کہ اگلے چند سالوں میں مزید کچھ اور اخبارات اس طرح کے منظر عام پر آئیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ موجودہ الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا بھی فرقہ وارانہ خطوں پر چلتا دکھائی دے۔ جیسا کہ بعض مرتبہ فرقہ وارانہ معاملات میں اخبار وچینلز عصبیت پر مبنی خبریں، تجزیے اور تبصرے نشر کرتے نظر آتے ہیں۔

اس سچائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جب تک میڈیا اصلاح پسند اور غیر متعصب نہیں ہوگا اس وقت تک اس کے کما حقہ فوائد سامنے نہیں آسکیں گے۔ آج المیہ یہی ہے کہ ساری دنیا میں میڈیا کا اصلاحی رول ختم ہوتا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے میڈیا میں تعصب وجانبداری صاف نظر آرہی ہے۔ جن اقوام کا ذرائع ابلاغ پر اثر ورسوخ ہے وہ اسے اپنے فائدے کے لئے استعمال کررہی ہیں۔ عالمی میڈیا چونکہ یہودیوں کے زیر اثر ہے، اس لئے وہ اس کا در پردہ استعمال اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں عالمی برادری کو بھی غور کرنا چاہئے۔ تاکہ عالمی سطح پر میڈیا سے تعمیری واصلاحی کام لئے جاسکیں۔ میڈیا کو متوازن بنانے کے لئے اس میدان میں تمام طبقات کی شمولیت اہمیت کی حامل ہے۔ خاص طور سے مسلمانوں کو اس میدان میں آگے آنا چاہئے۔ کیونکہ اپنی آبادی کے تناسب سے وہ جہاں دیگر شعبوں میں پیچھے ہیں، اس سے زیادہ میڈیا کے میدان میں پیچھے ہیں۔ جب تک میڈیا پر کسی ایک قوم یا فرقے کا تسلط رہے گا اس وقت تک میڈیا کے ذریعہ ناجائز مقاصد کے حصول کو روکا جانا بڑا مشکل ہوگا۔

دہشت گردی انسانیت کی دشمن ہے۔ دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ متحد ہوکر اس کا مقابلہ کرنا وقت کا سب سے اہم انسانی فریضہ ہے مگر دہشت گردی کے نام پر کسی پر بے جا الزام لگانا اور جھوٹی اور بے بنیاد خبریں شائع کرکے خوف وہراس پیدا کرنا کسی بھی صورت درست نہیں ہے۔ ۱۶ر اکتوبر'' کو پرجاوانی'' (کنڑا) اور ''دکن ہیرالڈ'' (انگریزی) میں ''ریاض کا گھر بم کا کارخانہ'' کے عنوان کے تحت یہ رپورٹ شائع ہوئی تھی کہ دہلی، ممبئی، بنگلور اور حیدر آباد میں بم دھماکوں میں ملوث بتائے جانے والے بھٹکل کے رہنے والے روشن خاں عرف ریاض کے مکان پر بم تیار کئے جاتے تھے۔ اخبار نے لکھا تھا کہ ممبئی پولیس نے جب اس کے گھر کی تلاشی لی تو حیرت انگیز طور پر اس بات کا پتہ چلا کہ اس کے گھر میں بم بنانے کی فیکٹری تھی۔ اس اخبار میں پہلے بھی کئی بار اس طرح کی غلط اور بے بنیاد خبریں چھپ چکی ہیں۔ بھٹکل اور ضلع کے اعلیٰ پولیس افسران نے اس طرح کی غلط خبریں شائع کرنے پر اس خبار کے نمائندے کو وارننگ بھی دی تھی۔

●●

دیوار وکٹر تسوئی

عبدالحفیظ بٹ

روسی دارالحکومت ماسکو کے خوب صورت وسیع گارڈن کے قریب اربیٹ اسٹریٹ واقع ہے۔ اس شاہراہ پر سیاحوں کی دلچسپی کے تمام لوازمات موجود ہیں۔ یہ بہت قدیم شاہراہ ہے۔ نئی اربیٹ اسٹریٹ کی تعمیر کا آغاز ساٹھ کی دہائی میں ہوا۔ آج اس شاہراہ پر فلک بوس، نت نئی عمارتیں قائم ہیں۔

۱۴۹۳ء میں ماسکو کریملن تا اسمولنکن کے مقام تک اربیٹ اسٹریٹ بنائی گئی تھی۔ اسے یہ نام منگول تاتاریوں نے دیا تھا، جس کے معنی نواحی بستی کے ہیں۔

سولھویں تا سترہویں صدی کے دوران اس شاہراہ کے دونوں جانب خوب صورت عمارتیں، گرجے، وبازار قائم ہوگئے جن سے اس کی رونقیں دوبالا ہوگئیں۔

۱۸ویں صدی میں ماسکو کی یہ شاہراہ رہائش کے اعتبار سے انتہائی معزز تصور کی جانے لگی۔

۱۸۱۲ء میں فرانسیسی افواج نے کمانڈر نپولین کی قیادت میں ماسکو پر قبضہ کرلیا۔ بدقسمتی سے اس دوران اربیٹ اسٹریٹ پر اچانک آگ لگ جانے سے یہاں موجود سب کچھ جل کر خاکستر ہوگیا۔

بعدازاں ماسکو کے الیگزینڈر پشکن اوران کی اہلیہ نیٹیلی نے جن کا تعلق ماسکو کے متمول خاندان سے تھا، اربیٹ شاہراہ کو پھر سے تعمیر کیا اور اس شاہراہ کی رونقوں کو بحال کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ماسکو کے اس متمول جوڑے نے روس کے مقبول ادیب آندرے بیلی کے کرداروں کی اس شاہراہ پر پینٹنگز آویزاں کروائیں۔

بیسویں صدی میں ایک مرتبہ پھر یہ شاہراہ تعمیر ومرمت کے نام پر ادھیڑ دی گئی۔ تعمیر ومرمت کا کام اس قدر عجلت میں انجام دیا گیا کہ یہاں موجود تاریخی عمارتیں، رنگ گارڈن اور وزارت خارجہ کی کئی منزلہ عمارت بھی مسمار کردی گئی۔ یہی نہیں بلکہ اس شاہراہ پر یونانی طرز کا تاریخی گرجا نکولاس قائم تھا، یہ اپنے طرز تعمیر میں عام گرجا گھروں سے بالکل ممتاز تھا۔ اسے بھی مسمار کردیا گیا۔

۱۹۸۶ء میں اس شاہراہ کی تزئین وآرائش کی گئی، یہاں بڑی اور خوبصورت لالٹینیں نصب کی گئیں، اس کے علاوہ یہاں متعدد مجسمے بھی نصب کئے گئے۔ ان میں ملکہ ٹرانڈوٹ کا مجسمہ ویکا تھانوف تھیٹر کے سامنے نصب کیا گیا۔ یہاں بڑی تعداد میں ریسٹورنٹ اور کیفے واقع ہیں دلچسپ امر یہ ہے کہ ان کا معاوضہ ماسکو شہر کے دیگر ریسٹورینٹ اور کیفوں سے کہیں زیادہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان ریسٹورنٹ اور کیفوں کی رونقوں میں کمی نہیں ہوتی۔ اس شاہراہ کی خاص بات یہ ہے کہ یہاں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے ہوکر اپنے خوشی وغم کے جذبات کو نغموں کی زبان دیتے ہیں۔ ویسے تو یہ میلہ تمام دن ہی لگا رہتا ہے لیکن شام ڈھلے یہ اپنے جوبن پر پہنچ جاتا ہے۔ اربیٹ اسٹریٹ پر آنے والے سیاحوں کے لئے یہ میلہ کشش کا باعث بنتا ہے۔ گلوکاری کے شوقین، موسیقی کے رسیا یہاں اپنی محفل جمالیتے ہیں۔ ڈھول باجے بجانے والے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس شاہراہ کے ساتھ ہی روس کے مشہور عالم گلوکار وکٹر تسوئی کی یادگار واقع ہے اور یہیں وکٹر تسوئی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ایک دیوار اس کے نام سے تعمیر کی گئی ہے۔

وکٹر تسوئی ۲۱ر جون ۱۹۶۲ء کو پیدا ہوا۔ وکٹر سابقہ سوویت یونین کا مشہور راک گلوکار تھا۔ اس نے کینو کے نام پر میوزک گروپ تشکیل دیا تھا۔ وکٹر کے والد کورین اور والدہ رشین تھیں۔ اس کی والدہ اسکول ٹیچر اور والد انجینئر تھے۔ وکٹر نے اپنی مختصر زندگی میں راک موسیقی میں دس البم متعارف کرائے جس نے سابقہ سوویت یونین میں دھوم مچادی اور ریکارڈ بزنس کیا۔

۱۹۸۵ء میں سوویت یونین میں میخائل گورباچوف برسراقتدار ہوئے۔ گورباچوف نے سوویت یونین میں اصلاحات کے عمل کو تیز کیا۔ خصوصیت کے ساتھ سوشل اوراکنامک ریفارمر کے طور پر وہ پہچانے جانے لگے۔ ان کی اصلاحات کا اثر میڈیا پر بھی ہوا۔ سوویت دور میں میڈیا پر عائد پابندیوں کو جب گورباچوف نے کم کیا تو اس کا سب سے زیادہ فائدہ وکٹر تسوئی کو ہوا۔ اس نے سوویت یونین کے نوجوانوں کے دبائے گئے جذبات کو اپنے راک میوزک کے ذریعے ابھارا اوران کی ترجمانی کی۔

۱۹۸۶ء میں اس کے گائے ہوئے گیت نے سوویت یونین کے نوجوانوں میں ہلچل مچادی۔ اس گیت کے بول تھے: ''ہم تبدیلی کے منتظر ہیں''۔

وکٹر کے گیت کا یہ بول سوویت یونین کے نوجوانوں کے لبوں پر جاری ہوگیا۔ دراصل اس گیت میں نوجوانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے وکٹر نے سوویت یونین کے نظام میں تبدیلی کا مطالبہ کیا تھا۔

۱۹۸۷ء وکٹر تسوئی کے لئے انتہائی عروج کا زمانہ تھا، جب اس کا ساتواں میوزک البم مارکیٹ میں آیا۔ تسوئی نے سوویت نوجوانوں کے جذبات کی ترجمانی کی۔ اس نے اپنے میوزک البم میں سوویت نظام کی تبدیلی کے لئے نوجوانوں کے جذبات کو ابھارا۔

اس نے اپنے میوزک البم کے لئے اول تا آخر تمام کام خود انجام دیا۔ اس نے خود ہی شاعری لکھی۔ میوزک دھنیں ترتیب دیں۔ اور پھر انہیں عوام کے سامنے پیش کردیا۔ آئندہ چند سالوں کے دوران تسوئی سوویت یونین کا انتہائی مقبول راک میوزک گلوکار بن گیا۔ اس نے کئی فلموں میں بھی کام کیا اور ایک مرتبہ امریکہ میں ہونے والے فلم فیسٹیول میں بھی شرکت کی۔

وکٹر تسوئی شہرت کی بلندیوں پر پہنچنے کے باوجود انتہائی سادگی سے زندگی بسر کرتا رہا، اس نے اپنے اپارٹمنٹ میں بوائلر روم کی نوکری برقرار رکھی۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ اپنی تمام رقم جو اسے راک میوزک سے حاصل ہوتی ہے اپنے میوزک گروپ کینو پر صرف کرنا چاہتا ہے تاکہ اس کے جذبات کی ترجمانی میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

۱۹۹۰ء میں اس نے ماسکو کے لیوزنکی اسٹیڈیم میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا جس میں ۶۲ ہزار افراد شریک ہوئے۔

۱۴ر اگست ۱۹۹۰ء کو اس نے اپنے آئندہ البم کے لئے ریکارڈنگ مکمل کروائی۔

۱۵ر اگست ۱۹۹۰ء کی صبح واپسی پر وہ کار حادثے میں ہلاک ہوگیا۔ یہ حادثہ اس قدر شدید تھا کہ اس کی کار مکمل طور پر تباہ وبرباد ہوگئی۔ اس ریکارڈنگ پر تسوئی اپنے بیٹے الیگزینڈر کو بھی لے جانا چاہتا تھا لیکن اس نے چلنے سے انکار کردیا تھا۔

۱۷ر اگست ۱۹۹۰ء کو سوویت یونین کے مشہور وبڑے اخبار کسمولسکا یا پراودا نے سرخی لگائی: ''تسوئی کے معنی قوم کا نوجوان''

حقیقت یہ ہے کہ تسوئی کے گائے ہوئے گیتوں نے سوویت یونین کے طول وعرض میں ایک بڑی تبدیلی کی لہر پیدا کردی تھی۔

پورے سوویت معاشرے میں ایک اضطراب بپا ہوگیا تھا۔ سوویت یونین کے عوام نے وکٹر تسوئی کی یاد میں ماسکو کی اربیٹ شاہراہ پر ایک دیوار قائم کی اور اسے وکٹر تسوئی کے نام سے منسوب کردیا۔

وکٹر کے گائے ہوئے گیت نے سوویت یونین کے نظام میں وہاں کے عوام کے لئے پریشر ککر کا کام انجام دیا۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ میخائل گورباچوف کے بعد روس میں جس شخصیت نے عوامی مقبولیت حاصل کی وہ وکٹر تسوئی ہی تھا۔ آج اس کے نام سے منسوب دیوار سیاحوں کے لئے دلچسپی وکشش کا باعث بن گئی ہے۔ دیوار پر ہر مرد نے وکٹر تسوئی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے مختلف ڈیزائن وجملے لکھ دیئے ہیں۔ وکٹر کے گائے ہوئے گیت سوویت عوام کے لئے گھٹن کے نظام میں تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام نے اسے یاد رکھا ہوا ہے۔ ہر سال ۱۵ اگست کو وکٹر تسوئی کے چاہنے والے اس دیوار کے گرد جمع ہوکر وکٹر کے گائے ہوئے گیت گاتے ہیں اور اسے خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

●●

افغانستان میں قیام امن مگر کیسے؟

انور غازی

◎

ایک طرف تو حامد کرزئی سمیت افغان عوام کی اکثریت افغانستان سے جارح افواج کے نکلنے کے لئے عالمی برادری سے پرزور مطالبہ کررہی ہے، دوسری جانب افغانستان میں مزید امریکی افواج تعینات کئے جانے کی خبریں ہیں۔ رپورٹ کے مطابق امریکی فوج کے جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی کے سربراہ ایڈمرل مائیکل مولن نے موسم گرما تک افغانستان میں مزید ۲۰ سے ۳۰ ہزار فوجی بھیجنے کا اعلان کیا ہے۔ انہی دنوں برطانیہ کے وزیر دفاع ''جان ہٹن'' نے کہا ''مغربی طاقتوں کو افغانستان میں طویل اور اعصابی جنگ کا سامنا ہے۔

ہم افغانستان میں اس وقت تک رہیں گے جب تک ہمارے تمام مقاصد کو محفوظ نہیں بنایا جاتا۔ اس کے لئے ہمیں خواہ کوئی بھی قیمت چکانی پڑے۔'' پس منظر کے طور پر یاد رہے کہ اس وقت افغانستان میں صرف امریکی فوج کی تعداد ۳۱ر ہزار ہے۔ مذکورہ فیصلے پر عمل درآمد سے یہ تعداد ۶۱ ہزار ہوجائے گی۔ مجموعی طور پر طالبان کے خلاف لڑنے والی افواج کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ سے زائد ہے۔ ان کے پاس دنیا کا جدید ترین اسلحہ اور اربوں ڈالرز کا بجٹ ہے۔ اس کے باوجود امریکی اداروں کی اپنی رپورٹوں کے مطابق افغانستان کے ۷۲ فیصد سے زائد علاقے پر اب بھی طالبان کا کنٹرول ہے۔ کیوں؟ اس کا جواب تمام جارح قوتوں کو معلوم ہونا چاہئے۔ ادھر طالبان نے امریکہ کی جانب سے مزید تیس ہزار فوج افغانستان بھیجنے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے: ان امریکی فوجیوں کا بھی وہی حشر کیا جائے گا جو ۱۹۸۰ء میں سوویت یونین کے فوجیوں کا کیا گیا تھا۔ ہم موسم گرما کے آغاز پر امریکہ کے خلاف حملے مزید تیز کردیں گے۔ طالبان کے ترجمان یوسف احمدی نے کہا ''امریکہ افغانستان میں شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے آئے روز بیانات بدلتا رہتا ہے۔'' بے شک ایسا ہی ہے امریکہ کبھی طالبان رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات کا شوشہ چھوڑتا ہے، کبھی ملا عمر کو معافی دینے کی پیش کش کی جاتی ہے۔ کبھی طالبان کو ''نکیل'' ڈالنے کی بات کی جاتی ہے اور کبھی طالبان کو تقسیم کرنے کی سازش کی جاتی ہے۔ تازہ ترین خبروں کے مطابق امریکہ نے افغانستان میں بھی طالبان کے خلاف عراق طرز پر مقامی ملیشیا تیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق پینٹاگون نے اس منصوبے پر آزمائشی طور پر افغانستان کے بعض مشرقی صوبوں میں عملدر آمد کے لئے کوششیں شروع کردی ہیں۔ اس منصوبے کے تحت امریکہ ۲۰۰۹ء تک ملک کے مشرقی صوبوں میں جنگی ملیشیا تیار کرے گا جسے جدید ہتھیاروں سے لیس کیا جائے گا اور اس کی عالمی سطح پر بھرپور مالی امداد کی جائے گی۔ افغانستان میں طالبان کے خلاف مقامی ملیشیا بنانے پر کرزئی حکومت سمیت بہت سے ممالک نے مخالفت کی ہے۔ کرزئی انتظامیہ کو خدشہ ہے کہ یہ ملیشیا خود مرکزی حکومت کے لئے بھی مسائل پیدا کرسکتی ہے۔ کینیڈا نے بھی افغانستان میں جنگی ملیشیا بنانے کی سخت مخالفت کی ہے۔ کینیڈین وزیر دفاع پیٹر میکی کا کہنا ہے: ''طالبان سے مقابلے کے لئے جنگی ملیشیا قائم کرنے کی بجائے افغان فورسز کو مضبوط کیا جائے۔'' کینیڈا کے علاوہ نیٹو کے دیگر کئی ممالک نے بھی اس امریکی تجویز کو مسترد کردیا ہے۔

جارح قوتوں کی کوشش رہی ہے کہ جب اندھی طاقت سے کام نہ چلے تو پھر اندرون خانہ اپنے ایجنٹ تیار کرکے ان سے کام لیا جائے۔ ۲۰۰۱ء میں جب امریکہ نے طالبان حکومت ختم کرنے کی ٹھانی تو ۳۲ دن تک تمام اعلیٰ ترین ٹکنالوجی کے باوجود نہتے طالبان پر فتح نہ پاسکا۔ پھر امریکہ نے حکمت عملی بدلی اور شمالی اتحاد کے کاندھوں پر بیٹھ کر کامیابی حاصل کی۔ طالبان زیر زمین چلے گئے۔ اب سات سال بعد جب امریکہ اپنے ۴۲ -اتحادیوں کے ساتھ طالبان کو رام نہ کرسکا۔ افغانستان میں موجود غیر ملکی طاقتیں، سوویت یونین کے انجام کی طرف تیزی سے جاتی دکھائی دے رہی ہے۔ امریکی حکمراں بدل رہے ہیں۔ حامد کرزئی کے آخری دن ہیں اور وہ اب مگرمچھ کے آنسو بہارہے ہیں۔ عراق اور افغانستان جنگ کی وجہ سے امریکی معیشت بیٹھ چکی ہے۔ افغانستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے عالمی انسانی حقوق کی تنظیمیں چیخ اٹھی ہیں۔ طاقت کے زور پر طالبان کو کچلنے کا امریکی نظریہ غلط ثابت ہوچکا ہے۔ پیرس میں افغانستان میں امن واستحکام کے موضوع پر ہونے والی کانفرنس میں اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ امریکی ونیٹو پالیسیاں ''مستحکم افغانستان'' کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ امریکی جارحیت نے افغانوں کے دامن کانٹوں سے بھردیے ہیں۔ ان حالات میں جب امریکہ کو پہلی بار غریب اور مظلوم طبقے سے تعلق رکھنے والا صدر مل رہا ہے اور وہ بہت کچھ بدلنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انہیں چاہئے افغانستان میں مقامی ملیشیا بناکر نفرت اور اختلاف کے بیج بونے کی بجائے افغان پالیسی پر نظر ثانی کریں۔ تیس ہزار مزید دستے بھیجنے کی بجائے عراق کی طرح افغانستان سے بھی امریکی ونیٹو افواج کی واپسی کا اعلان کریں۔ طالبان کو کچلنے کی بجائے ان کو اپنے حال پر چھوڑدیں۔ افغان عوام خود فیصلہ کریں گے کہ ہمارا حکمراں کون ہونا چاہئے؟ اگر امریکہ اس خطے میں امن کا خواہاں ہے تو پھر اسے افغانستان سے امریکی ونیٹو فورسز کی واپسی کا اعلان کرنا چاہئے۔ جس دن امریکہ واپسی کا اعلان کرے گا اسی دن سے افغانستان کے حالات بہتر ہونا شروع ہوجائیں گے اور مبینہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں نمایاں کمی آجائے گی۔ یہ گولی کڑوی ضرور ہے لیکن ہے تریاق ''میمو ٹو دی پریزیڈنٹ'' کے عنوان سے بارک اوباما کو پیش کی گئی رپورٹ میں بھی تقریباً یہی کچھ کہا گیا ہے۔

●●

آسٹریلیا کو خطے کا طاقتور ترین ملک بنانے کا منصوبہ

سید عتیق الحسن (سڈنی)

آسٹریلیا کی فوجی طاقت کے بارے میں حال ہی میں شائع ہونے والی رپورٹس کے مطابق آئندہ دس سال میں آسٹریلیا خطے کا سب سے طاقتور ملک بن جائے گا۔ میڈیا میں شائع ہونے والی رپورٹس اور آسٹریلوی انسٹی ٹیوٹ آف اسٹریٹجک پالیسی کے تجزیہ کار ڈاکٹر اینڈریوڈیوس کے مطابق اگر آسٹریلیا پروگرام کے مطابق اگلے پندرہ برسوں میں ۱۰۱-ارب ڈالر اپنی فوجی طاقت کو مزید بڑھانے پر خرچ کرتا ہے تو وہ آسٹریلیا اور مشرقی ایشیائی خطے کا سب سے طاقتور ملک بن جائے گا۔ آسٹریلیا کی موجودہ فوجی طاقت پر شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق اگلے پندرہ برسوں میں آسٹریلیا کے پاس ۱۸ر بڑی آبدوزیں ہوں گی جب کہ اس وقت ان کی تعداد چھ ہے۔ ۱۰۰ ایف ۳۵ لڑاکا طیارے اور چالیس کے قریب جنگی بحری جہاز بیڑے ہوں گے۔ آسٹریلیا اس وقت قومی بجٹ کا ۱ء۸ فیصد دفاع پر خرچ کرتا ہے جس کو اگلے پندرہ برسوں میں بڑھا کر ۲ء۶۷ کردیا جائے گا۔ عسکری تجزیہ نگاروں کے مطابق دنیا میں دہشت گردی کی لہر کی وجہ سے مغربی ممالک کی طرح آسٹریلیا نے اپنی ساحلی سرحدوں کو مزید مضبوط بنانے کا پروگرام بنایا ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے آسٹریلیا عالمی سیاست سے الگ نظر آتا ہے مگر دہشت گردی کے خلاف امریکہ اور یورپ کے اشتراک سے جاری جنگ میں کیونکہ آسٹریلیا بھی بڑھ کر حصہ لے رہا ہے اور آسٹریلیا، عراق، اور افغانستان میں فوجی کارروائیوں میں عملی طور پر حصہ لے رہا ہے لہذا آسٹریلیا کو اندرونی سیکورٹی اور سرحدوں کو مزید تحفظات دینے کی ضرورت ہے۔ ۲۰۰۸-۰۹ء کے دوران آسٹریلیا اپنے دفاع پر ۲۲ء۷ ارب ڈالر خرچ کررہا ہے۔ مبصرین کے مطابق گو کہ آسٹریلیا کے تعلقات اپنے سب سے بڑے پڑوسی ملک انڈونیشیا سے بالخصوص حکومتی سطح پر ہمیشہ اچھے رہے ہیں اور ایسے کوئی حالات نظر نہیں آتے کہ آسٹریلیا اور انڈونیشیا کے درمیان کبھی کوئی فوجی محاذ آرائی ہوگی مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ انڈونیشیا دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ انڈونیشیا میں مضبوط بنیاد پرست مذہبی جماعتیں ہیں جو دنیا کی موجودہ صورتحال میں انڈونیشیا اور خطے میں اہم معنی رکھتی ہیں۔

آسٹریلیا نے خطے میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے کے لئے جاپان سے سیکیورٹی اور سفارتی تعاون بڑھانے پر اتفاق رائے قائم کرلیا ہے۔ جاپان اور آسٹریلیا کے مابین دفاعی تعاون میں وسعت دینے کے ضمن میں یہ طے کیا گیا ہے کہ کسی بھی قسم کی تباہی کو روکنے کے لئے دونوں ملک تعاون کریں گے اس کے علاوہ دہشت گردی اور ایٹمی پھیلاؤ کو روکنے کے لئے ایک ساتھ مل کر کام کریں گے۔

باقی صفحہ ۶ پر

بقیہ: خودروزگاری کیلئے فوڈ پروسیسنگ

کے بعد اس میں پریزرویٹو سرکہ یا تیل ڈال کر مناسب مقدار میں بھرکر رکھ دیا جاتا ہے۔ پھلوں اور سبزیوں کا اچار بنانے کے لئے مذکورہ تناسب میں سامان استعمال میں لایا جانا چاہئے۔ ہر دس کلوگرام پھل اور سبزیوں کے لئے کلونجی اور کالی اور سفید سو گرام، میتھی چار سو گرام، نمک ایک سو پچاس سے دو سو گرام، ہلدی چار سو گرام، سونف چار سو گرام، رائی دو سو گرام کے حساب سے سامان استعمال کرنا چاہئے۔

فوڈ پروسیسنگ پر یہ تفصیلی معلوماتی مضمون آپ نے پڑھ لیا۔ اگر آپ بیکار ہیں اور کچھ کام کرنا چاہتے ہیں اور حالات اجازت دیں تو اس میں سے جو کام سمجھ میں آئے ان میں سے ہر ایک کی ضرورت سب کو ہے۔ لوگ اس قسم کے چیزیں بناکر خوب کمارہے ہیں اور سرمایہ بھی ان کاموں میں زیادہ نہیں لگتا، بہت سے کام گھر میں بناکر دکانداروں کو فروخت کرنے کے ہیں۔ آپ کو دکان کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

اس میں جو فارمولے دیئے گئے ہیں اس میں آپ حسب ضرورت اور کم یا زیادہ کرسکتے ہیں۔ تجربہ سے ہی اصل چیز حاصل ہوتی ہے، ہر علاقہ کی عوام کا الگ الگ پسند ہے۔ اس کا خاص خیال ہر کام میں رکھیں۔ سب کھانے پینے کی چیزیں ہیں احتیاط اور مزے کا خیال کریں، انشاء اللہ لگن، ہمت، محنت سے کام کریں تو ضرور کامیاب ہوں گے۔

●●

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● نئی دہلی- نیشنل کانفرنس کے صدر عمر عبداللہ نے یہاں کانگریس کی صدر سونیا گاندھی سے ملاقات کے بعد کہا کہ وہی جموں و کشمیر کے لئے وزیر اعلیٰ ہوں گے اور دونوں پارٹیاں حکومت میں شامل ہوں گی۔ اس سلسلہ میں جلد ہی تفصیلات طے ہوجائیں گی۔

● بنگلور- کرناٹک اسمبلی کے ضمنی انتخاب میں آٹھ اسمبلی نشستوں میں سے ایک میں بھی کانگریس کو کامیابی نہیں ملی۔ بی جے پی کو پانچ اور جنتادل متحدہ کو تین نشستیں ملیں۔ اس کے ساتھ ہی ۲۲۴ رکنی اسمبلی میں بی جے پی کے ممبران کی تعداد ۱۱۵ ہوگئی اور اسے قطعی اکثریت حاصل ہوگئی۔

● نئی دہلی- وزیر خارجہ پرنب مکھرجی نے یہاں نامہ نگاروں سے کہا کہ پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے کشیدگی میں کمی کا جو مطالبہ کیا ہے اس کے بارے میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ ہم نے کشیدگی بڑھائی نہیں تو کم کیا کریں گے۔

● نئی دہلی- امور داخلہ کے وزیر مملکت ڈاکٹر شکیل احمد نے ایک انٹرویو میں کہا کہ بی جے پی نے ہمیشہ مذہب کے نام پر منافرت پھیلائی ہے۔ اس کی تازہ مثال امرناتھ زمین الاٹمنٹ تنازعہ ہے اور اس مسئلہ کو اس نے سیاسی فائدے کے لئے استعمال کیا۔

● کلکتہ- حکومت مغربی بنگال نے ۱۸۵۷ کی ڈیڑھ سوسالہ تقاریب تمام اضلاع میں منانے کے لئے ایک کروڑ پانچ لاکھ روپے کی رقم منظور کی ہے۔

● بنگلور- حکومت کرناٹک نے وزیر اعلیٰ بی ایس یدی یورپا کے خلاف مبینہ طور پر غلط بیانی کرنے کے معاملے میں سابق وزیر اعلیٰ ایچ ڈی کمار سوامی کے خلاف فوجداری ہتک عزت کا معاملہ درج کرایا ہے۔

● چنڈی گڑھ- پنجاب کے وزیر اعلیٰ پرکاش سنگھ بادل نے وی آئی پی کو زیادہ سیکورٹی فراہم کرنے کے معاملے میں ہونے والی نکتہ چینی کے مدنظر ان کی سیکورٹی میں ۲۵ فیصد تخفیف کی تجویز پیش کی ہے۔

● ممبئی- سینئر حکام نے دعویٰ کیا ہے کہ مالیگاؤں دھماکہ کے سلسلے میں گرفتار خود ساختہ سوامی دیانند پانڈے نے اقبال جرم کرلیا۔ اس کے لیپ ٹاپ میں مالیگاؤں اور دیگر بم دھماکوں کی منصوبہ بندی کے مناظر تھے۔ سی ڈی عدالت میں پیش کردی گئی۔

● نئی دہلی- دہلی میں بی جے پی کے ہیڈکوارٹر سے دو کروڑ ۶۰ لاکھ روپے چوری ہوجانے کے بعد پارٹی نے پولیس میں کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی ہے۔ اس کی وہ پرائیویٹ انکوائری کرا رہی ہے جس سے یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ یہ رقم کالے دھن کا حصہ تو نہیں تھی اور کسی نے چوری کی ہوگی۔

● بنگلور- یہاں غلطی سے فوج کی گولی کے شکار ہونے والے ایک طالب علم محمد مکرم کی موت کی تحقیقات کا حکم فوجی انتظامیہ نے دے دیا۔ پولیس بھی معاملہ کی جانچ کر رہی ہے۔

● نئی دہلی- سی پی آئی (ایم) کی لیڈر برندا کرات نے کہا ہے کہ اسرائیلی حملوں میں بے قصور فلسطینی مارے جا رہے ہیں جن میں بڑی تعداد میں خواتین اور بچے ہیں۔ عوام کے ذریعہ منتخب حماس سرکار کے خاتمہ کی اسرائیلی کوشش کسی بھی زاویہ سے ٹھیک نہیں ہے، اقوام متحدہ کو حملہ روکنے کے لئے بلا تاخیر مداخلت کرنی چاہئے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کے وقار اور اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی۔

● نئی دہلی- پاکستان میں ہندوستان کے سابق ہائی کمشنر پارتھا سارتھی نے یہاں ایک سمپوزیم میں کہا کہ ممبئی حملے میں حکومت پاکستان کا کوئی ہاتھ نہیں ہے اور جو لوگ حملہ میں ملوث ہیں ان کا نام یہاں بتانا مناسب نہیں ہے۔

● نئی دہلی- سابق خارجہ سکریٹری سلمان حیدر نے ایک پروگرام میں کہا کہ ممبئی حملہ کے بعد جیسا کہ عام خیال ہے کہ پاکستان پر حملہ کردینا چاہئے نہایت نادانی کی بات ہوگی کیونکہ اس کے بعد دنیا کی نظر میں دونوں ملکوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا اور ہندوستان کی قیام امن کی تمام کوششیں رائیگاں ثابت ہوں گی۔

● ممبئی- مالیگاؤں بم دھماکہ کے اہم ملزم سمیر کلکرنی کو مدھیہ پردیش پولیس کے حوالے کیا گیا ہے جو ستمبر ۲۰۰۷ء میں جبلپور میں ایک گرجا گھر میں توڑ پھوڑ کے معاملے میں اس سے پوچھ گچھ کرے گی۔ مکوکا عدالت نے دیگر دس ملزمین کی عدالتی حراست میں ۶ رجنوری تک توسیع کردی ہے۔

بین الاقوامی

● اسلام آباد- پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے ٹیلی ویژن پر دیئے گئے ایک بیان میں کہا کہ خطے کا ماحول سازگار بنانے کے لئے اگر ہندوستان اپنی فضائیہ کی فارورڈ بیسوں کو غیر فعال کردے اور زمینی افواج کو زمانہ امن کی پوزیشن پر لے جائے تو دونوں ممالک میں کشیدگی بہت کم ہوجائے گی اور یہ بہت بڑا مثبت اشارہ ہوگا۔

● تل ابیب- اسرائیل کے وزیر داخلہ میر ستیرت نے کہا ہے کہ حماس کے اقتدار کے خاتمے تک جنگ جاری رہے گی اور کوئی جنگ بندی نہیں ہوگی۔ اسرائیلی فوج نے غزہ کے لئے امدادی سامان لانے والی کشتی کو بھی واپس کردیا۔

● ڈھاکہ- بنگلہ دیش میں سات سال بعد ہوئے پارلیمانی انتخابات میں سابق وزیر اعظم شیخ حسینہ واجد کے اتحاد نے تین چوتھائی اکثریت حاصل کرلی۔ ۳۰۰ میں سے صرف ۳۱ نشستیں ان کی حریف بیگم خالدہ ضیاء کی پارٹی کو ملیں۔ انہوں نے انتخابی بے ضابطگی کا الزام لگایا ہے۔

● واشنگٹن- امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے ہندوستانی اور پاکستانی قیادت کو فون کرکے کہا ہے کہ وہ اشتعال انگیز بیانات جاری کرنے سے گریز کریں۔

● ماسکو- روس اور چین نے ایک بیان جاری کرکے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ دونوں ملکوں نے بات چیت کے ذریعہ اس کشیدگی کو کم کرنے کے لئے ہندوستان اور پاکستان کو منانے کے لئے مشترکہ طور پر کام کرنے پر اتفاق کیا ہے۔

● کابل- طالبان نے جنوب مشرقی افغانستان میں مختلف کارروائیوں کے دوران دس اتحادی فوجیوں کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔

● واشنگٹن- فلسطینی علاقوں میں حقوق انسانی کی صورتحال کے لئے اقوام متحدہ کے جائزہ کار رچرڈ فاک نے کہا ہے کہ غزہ پر اسرائیلی فضائیہ حملے بین الاقوامی حقوق انسانی قانون کی شدید اور بڑی خلاف ورزی ہے۔

● اقوام متحدہ- اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل بان کی مون نے کہا ہے کہ وہ راکٹ حملوں کے خلاف اسرائیل کے دفاع کے حق کو تسلیم کرتے ہیں لیکن فلسطینیوں کے خلاف غیر ضروری طاقت کے استعمال کی مذمت کرتے ہیں۔ انہوں نے فوری جنگ بندی کا مطالبہ کیا ہے۔

● اقوام متحدہ- اقوام متحدہ کے امدادی کاموں کے سربراہ جان ہومز نے کہا ہے کہ اسرائیل کی طرف سے روزانہ ۶۰ ٹرکوں کو غزہ جانے کی اجازت دی جارہی ہے جو بالکل ناکافی ہے۔ خوراک کے روزانہ کم از کم سو ٹرکوں کی ضرورت ہے۔

● اسلام آباد- انگریزی اخبار "دی نیوز" کے مطابق پاکستان کے صدر آصف علی زرداری اور وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کے درمیان دوریاں بڑھ رہی ہیں۔ صدر سابق فوجی حکمراں پرویز مشرف کے متنازعہ ۱۷ویں آئینی ترمیم کو ختم کرکے وزیر اعظم عہدہ کے تمام خصوصی اختیارات اسے منتقل کرکے خود اس عہدہ پر فائز ہونا چاہتے ہیں اور صدر اپنے والد یا کسی اور کو بنانا چاہتے ہیں۔

● مقبوضہ بیت المقدس- اسرائیل نے حماس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتے ہوئے غزہ میں زمینی فورس اتارنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حملوں میں اسلامک یونیورسٹی اور حماس کا ہیڈکوارٹر تباہ ہوگیا۔ اسرائیل کے وزیر دفاع ایہود بارک نے کہا ہے کہ غزہ آپریشن کو مزید وسیع کیا جائے گا اور حماس کو سبق سکھایا جائے گا جب کہ سلامتی کونسل نے جنگ بند کرنے کو کہا ہے۔

● واشنگٹن- امریکہ میں لہمن برادرز کے تباہ ہونے کے بعد ابھی تک ۲۵ بینک دیوالیہ ہوچکے ہیں جب کہ یورپ کاپ تھنگ اور لینڈس بینک کے بعد اب آکس لینڈ بینک بھی دیوالیہ ہونے کے دہانے پر پہنچ گیا ہے۔

● بائی دوا- صومالیہ کے صدر عبداللہی یوسف نے بین الاقوامی برادری پر عبوری حکومت کی مدد نہ کرنے کا الزام لگاتے ہوئے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اسپیکر شیخ عدن مدوبے ان کی ذمہ داری سنبھال رہے ہیں۔

● جکارتہ- انڈونیشیا میں مسافر کشتی پلٹنے سے بچوں اور خواتین سمیت ۱۰ مسافر ہلاک ہوگئے۔

● واشنگٹن- امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کی اہلیہ لارا بش نے کہا ہے کہ عراق میں ان کے شوہر پر جوتا پھینکنے سے میں ناخوش ہوں لیکن یہ واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہاں کے لوگ پہلے سے زیادہ آزادی محسوس کر رہے ہیں۔

چندریان مشن میں خوشبو مرزا

نئی دہلی- چندریان مہم اول کو انجام دینے والی بارہ رکنی ٹیم میں مغربی اترپردیش کے امروہہ کی ۲۳ سالہ خاتون خوشبو مرزا بھی شامل ہیں۔

انہوں نے ۲۰۰۶ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی ٹیک کرنے کے بعد پہلے تو ایڈوب میں ملازمت کی پھر اسرو کے خلائی شعبہ سے وابستہ ہوگئیں۔ ان کی سخت محنت اور لگن نے انہیں چندریان مشن میں جگہ دے دی۔

اسرائیلی جارحیت کی مذمت

نئی دہلی- ایس آئی او کی طرف سے ۲۹ دسمبر کو جنتر منتر پر کئے گئے ایک مظاہرہ میں بڑی تعداد میں طلباء اور نوجوانوں نے شرکت کی۔ غزہ پر اسرائیل کی حالیہ جارحانہ کارروائی اور بڑی تعداد میں فلسطینیوں کی ہلاکت کی مذمت کرتے ہوئے اسے انسانیت سوز جرم سے تعبیر کیا گیا۔ اس موقع پر ڈاکٹر ظفر الاسلام خاں، جناب رفیق احمد اسسٹنٹ سکریٹری جماعت اسلامی ہند، جناب سجاد صاحب، جناب شہواز رعلی ریحان اور دیگر سرکردہ حضرات نے اس مسئلہ پر اظہار خیال کیا۔

سیلاب زدگان کی امداد

گورکھپور- اسلامی بیت المال رحمت نگر گورکھپور نے صوبہ بہار میں سیلاب سے متاثرہ افراد کی مدد کے لئے بہار ریلیف انچارج جماعت اسلامی ہند کو دوسری قسط مبلغ پچاس ہزار روپے کا ایک ڈرافٹ ارسال کردیا ہے۔ اسلامی بیت المال شہر گورکھپور کی طرف سے ہر سال موتیابند کے مریضوں کا مفت آپریشن، ضرورت مند غرباء میں جاڑوں کے ایام میں لحاف وکمبل کی تقسیم، ٹی بی کے مریضوں کو مفت دواؤں کی فراہمی اور ضرورت مند بیواؤں کی مدد کی جاتی ہے۔

بقیہ: بیمار اور بیماری سے متعلق اسلامی نظریہ

بعض لوگ بیماری کو ایک عذاب سمجھتے ہیں۔ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بیماری اللہ کی ناراضگی اور غصہ کا نشان ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بندے کی آزمائش کے لئے ہوتی ہے۔ اس امتحان میں کامیابی کے بعد نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اسے کہو وہ تمہارے لئے دعا کرے۔ یقیناً اس کی دعا ایسی ہے جیسی فرشتوں کی دعا۔ (ابن ماجہ)

علاج معالجہ کے بارے میں لوگوں کے درمیان متضاد قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ کچھ ہیں جو شفایابی کا انحصار محض دوا وڈاکٹر کے ہاتھ میں سمجھتے ہیں۔ کچھ علاج معالجہ کو بسا اوقات اور بہت سی بیماریوں میں غیر ضروری تصور کرتے ہیں۔ اس کی جگہ جھاڑ پھونک کو مفید اور کافی قرار دیتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو اگرچہ یہ تعداد میں تھوڑے ہیں کہ علاج معالجہ کو توکل کے منافی خیال کرتے ہیں۔ علاج معالجہ کے سلسلے میں اسلام کا نظریہ یہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا۔ اے میرے رب! بیماری کس کی جانب سے ہے؟ اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا، میری طرف سے۔ پھر انہوں نے سوال کیا۔ دوا کس کی جانب سے ہے؟ جواب ملا، میری طرف سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا۔ پھر معالج کا کام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ معالج کے ہاتھ سے دوا بھیجی جاتی ہے۔ اس طرح ان تین سوال وجواب میں بیماری وصحت اور علاج معالجہ کا پورا فلسفہ آگیا ہے۔ بیماری بھی اللہ کے جانب سے آتی ہے۔ شفا کے لئے دوا بھی اسی شافی مطلق نے پیدا کی ہے۔ رہے معالج، سوان کو دوا بھی وہی بھجاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ حضور اکرمؐ (فداہ ابی وامی) نے دوطبیبوں کو بلایا۔ وہ غالباً ایک مدت سے مدینہ میں قیام پذیر تھے۔ حضورؐ نے ایک مریض کے لئے انہیں ارشاد فرمایا طبیب بولے یا رسول اللہ اسلام سے قبل جاہلیت کے دور میں ہم علاج بھی کرتے ہیں اور حیلہ بھی لیکن اسلام آیا تو وہ ایک سراپا توکل ہی توکل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کا علاج کرو۔ جس ذات باری تعالیٰ نے بیماری بھیجی ہے۔ اس نے دوا بھی اُتاری ہے۔ اور اس میں شفا رکھی ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ان اطبا نے ارشاد نبوی کی تعمیل میں علاج کیا اور مریض شفایاب ہوگیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ علاج ہرگز توکل کے منافی نہیں بلکہ عین توکل ہے۔ آپؐ سے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم علاج معالجہ کریں؟ کیا علاج تقدیر الٰہی (بیماری) لوٹا سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علاج بھی تقدیر الٰہی ہے۔
(مستدرک حاکم)

علاج اور معالجہ کے سلسلہ میں اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے۔ کیا دوا تقدیر الٰہی کو بدل سکتی ہے؟ جب بیماری مقدر ہوچکی ہو تو علاج معالجہ سے کیا فائدہ؟ خود آپؐ سے یہی سوال کیا گیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک شخص کھڑا ہوا اور سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا تقدیر کے مقابلہ میں دوا سودمند ہوسکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: دوا بھی تو تقدیر الٰہی سے ہے۔ وہ جسے چاہے اور جیسے چاہے نفع بخشتی ہے۔ کوئی مرض لاعلاج نہیں ہر مرض کی دوا موجود ہے لیکن پہلا سوال تو مرض کی صحیح تشخیص کا ہے۔ اکثر معالج بیماری کچھ ہوتی ہے اور وہ تشخیص کچھ اور کر بیٹھتے ہیں۔ اکثر خود مریض بھی اپنے درد کے صحیح مقام کی نشاندہی نہیں کر پاتا تا اب علاج ہو تو کیا ہو۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بیماری کے لئے دوا ہے جب دوا بیماری کے موافق مل جاتی ہے تو بیمار حکم الٰہی سے تندرستی پالیتا ہے۔
(مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں کی جس کے لئے شفا نہ اُتاری ہو۔" (بخاری شریف)

ان احادیث سے تین باتیں واضح ہیں ایک یہ کہ بیماری اللہ کی جانب سے ہے لہٰذا اس کا شکوہ زیبا نہیں۔ بیماری ہماری آزمائش اور امتحان کے لئے ہوگی یا ترقی مدارج کے لئے۔ دوسرا یہ کہ کوئی مرض لاعلاج نہیں۔ شافی مطلق نے ہر بیماری کے ساتھ اس کا مداوا پیدا کردیا ہے۔ لہٰذا کسی حال میں علاج معالجہ کا ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور کسی صورت میں شفایابی سے مایوس ہونا جائز نہیں۔ تیسرے یہ کہ ہر مرض کا علاج خاص ہے۔ گویا اگر کسی دوا سے آرام نہ ہو تو ہمیں یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے۔

حضرت اُسامہ بن شریک روایت کرتے ہیں۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔ چند بدو حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے سوال کیا یا رسول اللہ اگر ہم علاج نہ کریں تو کیا ہم پر کچھ گناہ ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! اللہ کے بندو! تم علاج کیا کرو۔ اللہ بزرگ و برتر نے ایک کے سوا کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کی شفا نہ پیدا کی ہو۔ اور وہ لا علاج ہو انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ وہ ایک کونسی بیماری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ بڑھاپا ہے۔ (سنن ابوداؤد، ترمذی)

●●

بقیہ: آسٹریلیا کو خطے کا طاقتور ترین ملک بنانے کا منصوبہ

جاپان اور آسٹریلیا کے لئے دفاعی تعاون کا معاہدہ اس لئے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ جاپان نے پہلی بار امریکہ کے علاوہ کسی دوسرے ملک سے اس قسم کا دفاعی معاہدہ کیا ہے۔ اسی طرح آسٹریلیا نے بھی اپنے سیکورٹی فریم میں امریکہ اور برطانیہ کے علاوہ کسی تیسرے ملک کو شامل کیا ہے۔ آسٹریلوی وزیر دفاع جوئل فٹز گبن کے دورہ ٹوکیو کے بعد اب یہ نظر آ رہا ہے کہ ان دونوں ملکوں کے مابین معاشی اور عسکری مفادات کے تحت دوستی پروان چڑھے گی۔

آسٹریلیا کے محکمہ سیاحت کے مطابق پچھلے تین ماہ میں آسٹریلیا کے سیاحت کے میدان میں زبردست دھچکا لگا ہے۔ شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق اس سال ستمبر سے دسمبر کے اعداد وشمار کو پچھلے سال کے اسی مدت کے اعداد وشمار کے ساتھ موازنہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آسٹریلیا میں سیاحت کرنے والوں کی تعداد میں ۸۰ ہزار کی کمی آئی ہے۔ پچھلے سال کے آخر چوتھائی میں سیاحت کے میدان میں ہونے والی کمائی کا اگر رواں سال کے آخری چوتھائی سے موازنہ کیا جائے تو آسٹریلیا کو ۸۰ ملین آسٹریلوی ڈالر کم کی آمدنی ہوئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق سیاحت میں کمی یورپ، امریکہ اور جاپان سے آنے والے سیاحوں میں ہوئی ہے، اس کے علاوہ چین، بھارت، بنگلا دیش، ایشیائی اور جنوبی امریکہ کے ممالک سے آنے والے طلباء کی تعداد میں بھی کمی واقع ہوئی ہے۔

بین الاقوامی منڈی میں آسٹریلوی ڈالر کی قدر میں پچھلے کئی مہینوں میں کافی کمی واقع ہوئی ہے جس کی وجہ سے سیاحت میں اضافہ ہونا چاہئے تھا مگر ہوا اس کے برعکس ہے جس کی وجہ امریکہ، یورپ اور جاپان میں جاری مالی بحران ہے جو کہ آسٹریلیا کے مالی بحران سے کہیں زیادہ شدید ہے۔ شائع ہونے والے اعداد وشمار کے مطابق ایک غیر ملکی طالب اوسطاً ایک سال میں ۴۳۰۶ آسٹریلوی ڈالر خرچ کرتا ہے جو کہ مجموعی طور پر آسٹریلیا کے قومی سرمایہ میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ پچھلے کئی مہینوں سے آسٹریلیا میں آنے والے طلباء کی تعداد میں کمی واقع ہوئی ہے۔ کمی کی ایک وجہ آسٹریلیا میں بڑھنے والی مہنگائی، تعلیمی اداروں کی فیسوں اور مکان کے کرایوں میں اضافہ ہے۔ واضح رہے کہ آسٹریلیا میں غیر ملکی طلباء کو ہفتے میں صرف بیس گھنٹے کام کرنے کی قانونی طور سے اجازت ہے۔ ان طلباء کو زیادہ تر ریسٹورنٹ، فیکٹریوں اور دکانوں میں معمولی نوعیت کے کام ملتے ہیں جن کی اجرت دس سے بارہ ڈالر فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ طلباء ہفتہ بھر میں بڑی مشکل سے اتنی کمائی کرپاتے ہیں کہ اپنی ایک سمسٹر کی فیس دے پائیں پھر مکان کرایہ، ٹرانسپورٹ اور کھانے پینے کا پورا بہت مشکل سے ہوتا ہے۔ ان طلباء کا آسٹریلیا میں آنے اور پڑھنے کا ایک مقصد کچھ اضافی پیسے کما کر اپنے گھر والوں کو بھیجنے کا بھی ہوتا ہے جو موجودہ حالات میں ممکن نہیں رہا۔ پچھلے چند ماہ میں آسٹریلیا کے ساحل پر غیر قانونی لوگوں کی آمد میں اضافہ ہوا ہے۔ پچھلے دو ماہ کے دوران دوسو کے قریب لوگ غیر قانونی کشتیوں کے ذریعہ آسٹریلیا کی سرزمین میں داخل ہوئے۔ جان ہاورڈ کے دور میں غیر ملکی پناہ گزینوں کی تعداد میں کمی واقع ہوئی تھی مگر ایک مرتبہ پھر یہ سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ پچھلے دو ماہ کے دوران دوسو کے قریب لوگ غیر قانونی کشتیوں کے ذریعہ آسٹریلیا کی سرزمین میں داخل ہوئے۔ جان ہاورڈ کے دور میں غیر ملکی پناہ گزینوں کی تعداد میں کمی واقع ہوئی تھی مگر ایک مرتبہ پھر یہ شروع ہوگیا۔ پچھلے دنوں آسٹریلیا اور انڈونیشیا کی قانون نافذ کرنے والے اداروں کی مسلسل کارروائیوں کے نتیجے میں انسانی اسمگلنگ میں ملوث ایک بڑے گروہ کو انڈونیشیا میں پکڑا گیا۔ یہ گروہ افغانستان، پاکستان اور مشرق وسطیٰ کے ممالک سے لوگوں کو انڈونیشیا لاتا تھا اور پھر کشتیوں کے ذریعے آسٹریلیا کے لئے سوار کرتا تھا۔

●●

دعائے مغفرت

● معروف پور- میرے والد محترم اعجاز احمد صاحب ۲۴ ردسمبر ۲۰۰۸ء کو انتقال فرماگئے۔ عمر ۷۸ سال تھی۔ خدا ترس اور دیندار بزرگ تھے، جماعت کے کاموں کو پسند کرتے تھے۔ بدیع الزماں
امیر مقامی معروف پور ضلع، جون پور یوپی

● غازی آباد- میرے والد محترم جناب محمد جلیل خاں کا ۱۱ ردسمبر کی شب انتقال ہوگیا۔ صابر فہمی، رکن جماعت صاحب آباد

● فرخ آباد- ظہور محمد خاں صاحب جن کے مضامین "زیڈ ایم خاں" فتح گڑھ کے نام سے سہ روزہ "دعوت" میں شائع ہوتے رہے ہیں، کا ۸۳ سال کی عمر میں ۹ ردسمبر کو انتقال ہوگیا۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔

● فرخ آباد- فتح گڑھ کے ریٹائرڈ جج عبدالوحید خاں صاحب تقریباً ۸۳ سال کی عمر میں دسمبر کے پہلے ہفتے میں انتقال کرگئے۔
احمد علی خاں
مقامی امیر جماعت اسلامی ہند فرخ آباد آباد

● بلریا گنج- ۲۵ ردسمبر ۲۰۰۸ء کی صبح قصبہ بلریا گنج (اعظم گڑھ) کے جواں سال عالم دین مولانا انعام الحق فلاحی بن حکیم اللہ کا انتقال ہوگیا۔ عبدالحق فلاحی
مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

مرکز کا ہفتہ وار پروگرام

مغرب کی تقلید نے نئی نسل کو خراب کردیا ہے

نئی دہلی- "آج بچوں کی تربیت کی تمام ذمہ داری اسکولوں کے حوالے کردی گئی ہے۔ گھر کی بڑی بوڑھی خواتین بچوں کی ذہن سازی قصے کہانیوں اور لوریوں کے ذریعہ کیا کرتی تھیں مگر آج یہ کام ٹی وی کے حوالے کردیا گیا ہے۔ بچے ٹی وی پر اُچھل کود کرنے والے ہیرو کو اپنا رول ماڈل تسلیم کرلیتے ہیں اور ان کی لائف اسٹائل اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔"

مذکورہ خیالات کا اظہار جناب عبدالعزیز اسسٹنٹ سکریٹری جماعت اسلامی ہند نے ۲۷ ردسمبر کو منعقدہ مرکز جماعت کے ہفتہ وار پروگرام میں کیا۔ انہوں نے نئی نسل میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی اور سرکشی کے رجحان پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم نے بچوں کو یہ قرآنی تعلیم دی ہوتی کہ "خدا کے سوا کسی کی ہرگز عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہوکر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہنا، نہ انہیں جھڑک کر جواب دینا بلکہ ان سے احترام سے بات کرنا اور نرمی اور رحم دلی کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہنا اور دعا کیا کرنا کہ پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔" تو آج یہ صورت نہ پیدا ہوتی کہ جوان بیٹا باپ کو گھر سے نکال دیتا ہے اور بیٹی باپ کے خلاف اس وجہ سے کیس دائر کرتی ہے کہ اس نے اسے ڈانٹ دیا تھا۔ مغرب کی اندھی تقلید نے آج ہماری نسل کو اس راستے پر ڈال دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بچوں کی تعلیم وتربیت میں تین عناصر کی حصہ داری ہوتی ہے۔ (۱) والدین (۲) اسکول اور (۳) سوسائٹی۔ انہوں نے کہا کہ اپنے پرائے کی تمیز کئے بغیر سوسائٹی کے بڑے بوڑھے اور بزرگ بچوں کی تربیت اور فہمائش کیا کرتے تھے مگر اب صورت حال یکسر بدل گئی ہے اور سوسائٹی نے اپنا کام چھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج بچوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان کے سامنے کوئی رول ماڈل نہیں۔ انہوں نے عمومی صورتحال پر بھی توجہ دلائی کہ ہم بچوں کی طرف اس وقت توجہ کرتے ہیں جب وہ ۱۷/۱۸/۱۹ سال کے ہوجاتے ہیں، جب وہ والدین اور سرپرستوں کو الٹ کر جواب دیتے ہیں۔ ہماری روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والی اس صورتحال کا بھی انہوں نے تذکرہ کیا کہ بچے اس وقت کنفیوژن کا شکار ہوتے ہیں جب والدین ان کے سامنے جھوٹ بولتے ہیں۔ حالانکہ ۵-۶ سال کی عمر میں بچوں میں تعقل پسندی آجاتی ہے اور وہ صحیح اور غلط میں فرق کرنے لگتے ہیں۔

(رپورٹ: عبدالحق فلاحی)

ادارہ تعلیم بالغان وبالغات کی کارکردگی

تعلیم کے فروغ کیلئے سخت محنت کی ضرورت ہے

نگینہ- بجنور میں تعلیم بالغات کا سلسلہ الحمدللہ حسب سابق جاری وساری ہے۔ امسال ۳۱ مراکز کام کررہے تھے، جن میں سات مراکز بند ہوگئے اور تین نئے قائم کیے گئے اس طرح اس وقت ۲۷ مراکز جاری ہیں۔ جو نئے مراکز قائم کئے گئے ان کی تفصیل یہ ہے کہ نگینہ میں ۲، اور سہسپور میں ایک۔ تعلیم کا وقت عموماً ظہر وعصر کے درمیان کا وقت ہے البتہ ایک سینٹر میں شب میں بھی ایک بیچ آتا ہے جس میں طالبات کی تعداد ۲۰ ہے۔ جملہ مراکز میں زیر تعلیم طالبات کی تعداد ۵۱۷ ہے۔ کچھ بچیاں ایسی ہیں جن کی عمریں ۹ اور ۱۴ سال کے درمیان ہیں تعداد ۶۰ ہے اور باقی سب زیادہ عمر کی ہیں۔ ان میں ۱۰ خواتین ہیں۔ اس مجموعی تعداد میں غیر مسلم طالبات کی تعداد ۵۲ ہے۔ گاؤں راجو پور میں ۳۳ بچیاں غیر مسلم ہیں۔ ان میں اَن پڑھ نوجوان طالبات بھی ہیں۔ سب ہی اُردو بھی شوق سے پڑھ رہی ہیں اور ان کے سرپرستوں کے علم میں پوری صورت حال ہے۔ ایک بچی جو ہائی اسکول کی طالبہ ہے اس کے والد خود اس کو پہنچانے آتے ہیں۔ یہ بچی اُردو پڑھنے آتی ہے۔ یہ طالبات الحمدللہ صفائی ستھرائی پاکی ناپاکی کے تعلق سے بھی شعور مند ہوگئی ہیں۔ سہسپور آبادی کے کنارے شمال کی جانب جونیا مرکز قائم کیا گیا ہے اس میں ۲۹ بچیاں (سب ہی مسلم) ایسی آئیں کہ نہ قرآن شریف سے آشنا تھیں اور نہ اُردو ہندی سے الحمدللہ اسے بڑے شوق سے پڑھ رہی ہیں۔

نگینہ میں دلت طبقے کی کئی بچیوں کی شادی ہوچکی ہے جو کہ سب ہی خواندہ ہوکر گئیں جو باقی ہیں وہ پڑھ رہی ہیں البتہ چھوٹے بچے جن کی تعداد پندرہ سے زیادہ ہی ہے اب پھر پڑھنے آنے لگے ہیں اور ان کی کلاس ان کی ہی حویلی میں لگ رہی ہے مسلمانوں میں یوں تو ناخواندگی کو دور کرنے کی طرف پورا احساس ہے لیکن خواتین میں ناخواندگی کا ریشو قریشی برادران میں بہت زیادہ ہے۔ الحمدللہ کوشش جاری ہے۔

ہماری فیس یہی ہے کہ طالبہ زندگی میں کسی بھی اَن پڑھ کو پڑھادے۔ حال ہی میں کئی شادیاں ہوئیں اور ان بچیوں نے ملاقات پر بتایا کہ ہم نے اپنی سسرال میں پڑھانا شروع کردیا ہے۔

یکم اپریل تا ۳۰ رنومبر ہم کو ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ کی آمدنی ہوئی جب کہ سابقہ تحویل دس ہزار آٹھ سو بانوے (10,892) تھی۔ یہ مجموعی رقم 17,8001 ہوجاتی ہے تا حال 145623 صرف ہوئے اور یکم دسمبر کو ہمارے ہاتھ میں 32378 روپیہ کی رقم تھی۔

اب طالبات کا مطالبہ سلائی کٹائی سیکھنے سکھانے کا بھی ہے۔ اس تعلق سے دو مراکز تاجپور اور سہسپور میں تین مشین فراہم کردی گئی ہیں اور نگینہ میں ایک سینٹر سلائی سینٹر ہی ہے جس میں سند وتربیت یافتہ خاتون شکیلہ بیگم کلاس لیتی ہیں۔

جملہ مراکز میں اچھا ساتھی اور حجاب دہلی فراہم کیا جارہا ہے۔ بچیاں اچھا ساتھی بڑی دلچسپی سے پڑھتی ہیں جب کہ حجاب سے معلمات کو رغبت ہے۔ ہر ماہ مراکز پر اجتماعات کرائے جاتے ہیں جن میں طالبات حصہ لیتی ہیں کبھی کبھی کئی مراکز کو ملا کر جلسہ کیا جاتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے مراکز بھی دکھائے جاتے ہیں۔ ہر تیسرے چوتھے مہینے نگینہ کی سطح پر احتسابی میٹنگ کی جاتی ہے۔

تعلیم ملت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو چھوٹے بڑے ادارے قائم کرکے پُر کیا جارہا ہے۔ اس کی ایک اہم ضرورت یہ بھی ہے کہ انتہائی نچلی سطح پر بھی کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ایک پلاننگ کے ساتھ صرف پانچ سال اس پر بھرپور محنت کرلی جائے تو ممکن نہیں کوئی اَن پڑھ باقی رہ جائے ایسا جس دن بھی ہوگیا وہ دن ملت کے لئے شرف وعزت کا دن ہوگا اس لئے کہ اس کو گردن اٹھا کر جینے کا حوصلہ اور شعور آچکا ہوگا۔ تین سال کے اندر ملت کی پانچ سو بچیوں نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا جب کہ یہ ایسی بچیاں ہیں کہ ان کے خیال وگمان میں بھی یہ نہیں تھا کہ کبھی ہمارے ہاتھ میں بھی کاپی قلم آسکتے ہیں۔ ناخواندگی کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی تعلیم کا سلسلہ بھی الحمدللہ قائم ہے چنانچہ تین مراکز میں تعلیم القرآن کی الگ شفٹ ہے۔ ساتھ ہی ہر یونٹ پر ہفتہ وار اجتماع کیا جاتا ہے اور طالبات میں تقریری صلاحیت اُجاگر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ شادیوں کے مواقع پر طالبات کو قرآن کریم کا تحفہ بھی دیا جاتا ہے۔ اس وقت تقریباً ۱۷۰ طالبات اُردو ہندی کے علاوہ قرآن کریم بھی پڑھ رہی ہیں۔ (محمد داؤد، نگینہ)

جموں وکشمیر اسمبلی کے نتائج

کل نشستیں: ۸۷

پارٹی	۲۰۰۸ء	سابقہ اسمبلی
نیشنل کانفرنس	۲۸	۲۸
پی ڈی پی	۲۱	۱۶
کانگریس	۱۷	۲۰
بی جے پی	۱۱	ایک
آزاد ودیگر	۱۰	۲۲

بنگلہ دیش پارلیمانی انتخابات کے نتائج

کل نشستیں: ۳۰۰

پارٹی	۲۰۰۸ء	۲۰۰۱ء
عوامی لیگ	۲۳۱	۵۸
بی این پی	۲۹	۱۹۳
جاتیہ پارٹی (ارشاد)	۲۷	۱۴
جماعت اسلامی	۲	۱۷
دیگر	۱۱	۱۸

مادّہ پرستی اور خواتین

سیدہ ارجمند سلطانہ رضوی، حیدرآباد

اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر عدم اطمینان اور مقدر سے زیادہ کی خواہش وطلب قناعت اور غنی سے مستغنی کرکے انسان کو مادہ پرستی میں جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کے فتنے سے تعبیر کیا ہے مبتلا کردیتی ہے۔ دنیا پرستی، زر پرستی، مادہ پرستی، ہوس و لالچ انسان کو بخل اور مال ودولت کی محبت میں اس درجہ مستغرق کردیتی ہے کہ ہر محبت اس کے تابع بن کر رہ جاتی ہے۔ قرآن حکیم نے بخل اور مال کو سینت سینت کر رکھنے کی پہچان ان لوگوں کی بتائی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر یقین نہیں رکھتے۔ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تیرا اصل دشمن وہ نہیں ہے جسے اگر تو قتل کردے تو تیرے لئے کامیابی ہے اور وہ تجھے قتل کردے تو تیرے لئے جنت ہے۔ بلکہ تیرا اصل دشمن ہوسکتا ہے کہ تیرا اپنا وہ بچہ ہو جو تیری صلب سے پیدا ہوا ہو۔ پھر تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ مال ہے جس کا تو مالک ہے''۔

سورۃ التکاثر میں اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا پرستی کے انجام بد سے انسان کو خبردار کیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ آخری دم تک زیادہ سے زیادہ مال و دولت اور دنیوی فائدے، لذتیں اور جاہ و اقتدار حاصل کرنے اور اسی میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے اور انہی چیزوں کے حصول پر فخر کرنے میں لگا رہتا ہے۔ دنیا کی حقیقت کو سمجھنے کی غلط کوشش نے انسان کو دھوکے میں مبتلا کردیا ہے۔ اس دھوکے کو قرآن پاک نے تغابن کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ دنیا میں شب و روز تغابن ہوتا ہی رہتا ہے لیکن یہ تغابن ظاہری اور نظر کا فریب ہے اصلی اور حقیقی تغابن نہیں ہے۔ اصلی تغابن قیامت کے روز ظاہر ہوگا وہاں جاکر ہی پتہ چلے گا کہ کس نے اپنا تمام سرمایہ حیات ایک غلط کاروبار میں کھپا کر اپنا سب کچھ لٹادیا اور کس نے اپنی قوتوں، قابلیتوں، اموال اور اوقات کو نفع کے سودے پر لگا کر سارے فائدے حاصل کرلئے۔ آنکھوں کے بند ہوتے ہی انسان پر کھل جائے گا کہ جن مشاغل میں وہ اپنی ساری عمر کھپا کر آیا ہے وہ اس کے لئے سعادت وخوش بختی کا ذریعہ تھے یا بدانجامی و بدبختی کا ذریعہ۔ سورۃ الزلزال میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز زمین اپنے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی۔ سونا، چاندی، جواہر اور ہر قسم کی دولت جو زمین کے پیٹ میں ہے اس کے بھی ڈھیر کے ڈھیر وہ باہر نکال دے گی اور انسان دیکھے گا کہ یہی وہ چیزیں ہیں جن پر وہ دنیا میں مٹا جاتا تھا اور جن کی خاطر اس نے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ آج وہ سب کچھ اس کے سامنے موجود ہے لیکن اس کے کسی کام کا نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے خطاب کرتے ہوئے پوچھا: ''تم میں کون ہے جسے اپنے وارث کے مال سے محبت ہو؟''۔ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا: ''اللہ کے رسولؐ بھلا وہ کون شخص ہوگا جسے اپنے وارث کے مال سے محبت ہو؟'' آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''پھر یہ کیا بات ہے کہ تم دنیا کی نعمتوں کو جمع کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہو۔ تمہارا مال تو بس وہ ہے جسے تم نے کھا کر جزو بدن بنا لیا اور پہن کر پرانا کردیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ تمہارے وارث کا ہے''۔

دولت کی ہوس و پیسہ کمانے کی دوڑ اور مادی ترقی کے جنون میں امت مسلمہ نے تو اپنی ملی غیرت کو بھی داؤ پر لگانے سے گریز نہیں کیا۔ امت مسلمہ کے طرز زندگی کو دیکھ کر ہر دیکھنے والی آنکھ یہ محسوس کرسکتی ہے کہ آخرت کی زندگی میں حساب وکتاب اور جزا وسزا پر اس کا یقین متزلزل ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو حساب ہونے والا ہے اس سے اس نے اپنی آنکھیں بند کرلی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس باب میں انتہائی صریح ہے کہ بنی آدم کے قدم اللہ تعالیٰ کی عدالت سے اس وقت تک نہیں اٹھ سکتے جب تک کہ پانچ سوالات کے جوابات نہ دیئے جائیں۔ ان سوالات میں یہ سوال بھی ہوگا کہ دولت کہاں سے کمائی اور کہاں خرچ کی۔

انسان کے اخلاص ایمانی میں جو چیز بالعموم خلل ڈالتی ہے اور جس کی وجہ سے انسان اکثر منافقت، غداری اور خیانت میں مبتلا ہوتا ہے۔ اپنے مالی مفاد اور اولاد کے مالی مفاد سے اس کی حد سے بڑھی ہوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ یہ مال اور اولاد جن کی محبت میں گرفتار ہوکر تم عموماً راستی سے ہٹ جاتے ہو دراصل یہ دنیا کی امتحان گاہ میں تمہارے لئے سامان آزمائش ہے۔ یہ چیزیں انسان کے حوالے کی ہی اس لئے گئی ہیں کہ ان کے ذریعے انسان کو جانچ کر دیکھا جائے کہ وہ کہاں تک حقوق اور حدود کا لحاظ کرتا ہے اور کہاں تک ذمہ داریوں کا بوجھ لادے ہوئے جذباتی کشش کے باوجود راہ راست پر چلتا اور کہاں تک اپنے نفس کو اس طرح قابو میں رکھتا ہے کہ پوری طرح بندۂ حق بھی بنا رہے اور ان چیزوں کے حقوق بھی ادا کرتا رہے۔ مادہ پرستی کا رجحان مردوں کے مقابلے میں عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ مقابلہ آرائی میں سبقت لے جانا عورتوں کو نہ صرف محبوب ہے بلکہ ان کے صنفی جذبات کی تسکین کا ذریعہ بھی ہے۔ انسانی معاشرے میں اس مسابقت نے جو خرابیاں پیدا کی ہیں ان کا بڑا حصہ عورتوں کی ہوائے نفس کا مرہون منت ہے۔ عورتیں چاہتی ہیں کہ ان کی زیب و آرائش کا مقابلہ دنیا کی کوئی اور عورت نہ کرسکے۔ عورتوں کے اس جنون نے مردوں کی عقلوں پر بھی پردے ڈال دیئے ہیں۔ اگر خواتین اپنے رویے کی اصلاح کرلیں تو یہ انسانی معاشرہ صحیح معنوں میں اسلامی معاشرہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر ذی نفس کا رزق، اس کی مدت عمر اور اس کا کام اس کی پیدائش سے پہلے ہی لکھ دیا جاتا ہے اور انسان کو وہی کچھ اور اتنا ہی رزق ملتا ہے جو اس کے لئے مقدر ہے۔ اس حدیث کو انسان اگر سمجھ لے تو قناعت کا مفہوم سمجھنے میں اسے دیر نہ لگے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم مجھے یہ ڈر نہیں ہے کہ تم مفلس ہوجاؤ گے۔ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دولت دنیا تم پر کشادہ ہوجائے گی جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر کشادہ ہوئی تھی اور انہی کی طرح تمہیں مال ودولت کی طرف رغبت ہوگی اور اس کے حصول کے لئے تم ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کروگے اور یہ دنیا کی فراوانی، وسعت اور اس کی طرف بے انتہا رغبت تمہیں تباہ کرکے رکھ دے گی جیسا کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو بربادی اور ہلاکت کے غار میں دھکیل دیا تھا۔ پس تم مال ودولت کی محبت اور عیاشی اور تن آسانی کے فتنہ سے پرہیز کرو ورنہ تم اپنے مقصد حیات کو بھول جاؤ گے، اپنے رب کو بھول جاؤ گے اور غفلت کے تاریک گڑھوں میں دھکے کھاتے پھروگے اور دنیا کا عشق تمہاری ہلاکت وتباہی کا باعث بن جائے گا''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قیمتی تبصرہ پر ان مسلمانوں کو اور خصوصیت کے ساتھ ان عورتوں کو غور کرنا چاہئے جو زر و جواہر سے عشق کرتی ہیں اور سونے اور چاندی کے ذخیروں پر جان دیتی ہیں۔ جو لوگ نمود ونمائش اور عیاشی پر مال ودولت کا بے تحاشہ استعمال کرتے ہیں وہ زندہ رہنے کے لئے نہیں کماتے بلکہ ان کی زندگی کا نصب العین زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنا اور معیار زندگی بڑھانا ہوتا ہے۔ جس قدر دولت ان کے ہاتھ آتی ہے وہ ان کا پیٹ نہیں بھرتی بلکہ اس سے ان کی آتش حرص اور زیادہ بھڑک اٹھتی ہے۔ حرص ولالچ کا جہنم ان کے دل کو پتھر سے بھی زیادہ سخت بنادیتا ہے اور خلق خدا کے حقوق ان کی حریص نگاہوں میں کوئی وزن نہیں رکھتے۔ ایسی دنیا طلبی بالآخر انسان کو تباہ کردیتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی دنیا طلبی کی مذمت فرمائی ہے۔

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرو۔ جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے''۔ اس ہدایت کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو اجتماعی زندگی میں انسان کو بڑا امن نصیب ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار حیثیتوں سے انسانوں کے درمیان فرق وامتیاز رکھا ہے۔ اسی فرق وامتیاز پر انسانی تمدن کی ساری گوناگونی قائم ہے اور یہ عین مقتضائے حکمت ہے۔ جہاں اس فرق کو اس کے فطری حدود سے بڑھا کر انسان اپنے مصنوعی امتیازات کا اس پر اضافہ کرتا ہے وہاں ایک نوعیت کا فساد رونما ہوتا ہے اور جہاں سرے سے اس فرق ہی کو مٹادینے کے لئے فطرت سے جنگ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وہاں ایک دوسری نوعیت کا فساد برپا ہوتا ہے۔ آدمی کی یہ ذہنیت کہ جسے کسی حیثیت سے اپنے مقابلے میں بڑھا ہوا دیکھے بے چین ہوجائے یہی اجتماعی زندگی میں رشک، حسد، رقابت، عداوت، مزاحمت اور کشاکش کی بنیاد بن جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو فضل اسے جائز طریقوں سے نہیں حاصل ہوتا اسے وہ ناجائز طریقوں سے حاصل کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ اس ذہنیت سے بچنے کی ضرورت ہے۔ ●●

ایک خواب جسے جانشین پورا نہ کرسکے

عارف عزیز، بھوپال

ہندوستان اور پاکستان کی پوری تاریخ سردمہری، تلخی اور شکوک وشبہات سے عبارت رہی ہے۔ گزشتہ چھ دہائیوں سے زیادہ عرصے کے دوران اگرچہ وقفہ وقفہ سے ان میں گرمجوشی کی لہریں بھی اٹھتی رہیں لیکن وہ اتنی کمزور تھیں کہ باہمی رشتوں کے پورے ڈھانچے اور حالات وواقعات پر کوئی مثبت اثرات مرتب نہیں کرسکیں۔ حالانکہ دنیا میں شاید ہی دوسرے ملک ایسے ہوں، جن کے شہریوں کے مابین اتنی محبت، خلوص اور قربت پائی جاتی ہو، جتنی کہ ہندوستان اور پاکستان کے عوام میں آج بھی موجود ہے، شمالی اور وسطی ہند بالخصوص دلی، اترپردیش، بہار اور ہریانہ میں مسلمانوں کا کوئی گھر ایسا نہیں جس کا کوئی قریبی عزیز پاکستان میں نہ ہو، اسی طرح سندھ اور پنجاب کے بے شمار ہندو اور سکھ خاندان ہندوستان کے مختلف علاقوں میں آباد ہیں، ان میں سے ایک ملک کے سابق نائب وزیر اعظم اور بھارتیہ جنتا پارٹی کے صدر لال کرشن آڈوانی بھی ہیں جو پاکستان کے خیر سگالی دورے پر پہنچے تو وہاں کے حکمرانوں اور عوام کی پذیرائی سے متاثر ہوکر وہ باتیں زبان پر لے آئے جو پہلے انہوں نے کبھی نہیں کہیں، آڈوانی جی اور ان کی پارٹی بی جے پی کا موقف ہمیشہ اس کے برخلاف سامنے آیا تھا، خاص طور پر آڈوانی سے منسوب یہ بیان تو ہندوستان میں مسرت آمیز استعجاب کے ساتھ سنا گیا تھا بانی پاکستان محمد علی جناح ایک سیکولر پاکستان بنانا چاہتے تھے، اس بیان پر دوسرے نہیں آر ایس ایس سے متعلق بعض حلقے کافی چراغ پا ہوئے، ان کا یہ خیال تھا کہ آڈوانی نے پاکستان کے موجودہ حکمرانوں اور ہندوستان کے مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے یہ کہا ہے۔ حالانکہ سچائی یہ ہے کہ بی جے پی کے صدر نے محمد علی جناح کے بارے میں جو کچھ کہا وہ بڑی حد تک صحیح ہے اور اس کی تصدیق کانجی دوارکا داس کی اس رائے سے ہوتی ہے:

''جناح تقسیم کے خواہشمند نہیں تھے، وہ صرف سودے بازی کرنا چاہتے تھے اور مسلمانوں کے لئے بہتر شرائط طے کرانا، ان کا مقصد تھا۔ لیکن واقعات اتنی برق رفتاری سے پیش آئے کہ انہیں سچ مچ تقسیم پر راضی ہونا پڑا۔

پھر جب یہ تقسیم وجود میں آئی تو جناح کو پاکستان کا نیا ملک ہی نہیں علاوہ نتائج بھی وراثت میں بھگتنے پڑے جو اس تقسیم کے نتیجہ میں برآمد ہوئے تھے، انہوں نے خانہ بدوشی اور جلاوطنی کا وہ خوفناک نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا جو تمدنی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ تھا، انہوں نے ہزاروں لہولہان اور لٹے پٹے ان خاندانوں کو دیکھا، جو صدیوں سے ایک ساتھ رہتے بستے آئے تھے، لیکن اب اجنبی سرزمینوں کی طرف کوچ کر رہے تھے، ایک ہی زبان، ایک ہی تاریخ ایک ہی نسل اور ایک ہی تمدن رکھنے کے باوجود بدقسمتی سے مختلف مذاہب کے ماننے والے تھے، جناح کے لئے یہ سب قطعی غیر متوقع تھا مگر حقیقت پسند رہنما کی طرح انہوں نے یہ کہہ کر مسائل کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کی کہ ''پاکستان میں آج کے بعد کوئی مسلمان کوئی ہندو اور کوئی سکھ یا عیسائی نہ ہوگا سب پاکستانی ہوں گے اور ایک قوم کی حیثیت سے ملک کی تعمیر میں حصہ لیں گے''۔

اس کے بعد جناح کو کسی نے ہنستے نہیں دیکھا، وہ دن بدن گھلتے چلے گئے، جناح کے دردمند ساتھی، مخلص دوست اور وفادار خادم سب ان کے چڑچڑے پن پر حیران تھے۔ جب تک وہ حیات رہے ایک پراسرار بے قراری، اضطراب اور شورش جناح پر طاری رہی مگر وہ پاکستان کی بنیادی ضرورت یعنی اس کے دستور کی تیاری میں مصروف رہے کیونکہ وہ اپنی زندگی میں ایک ایسا خاکہ بنا دینا چاہتے تھے جو مستقبل میں ہندوستان اور پاکستان کے مابین حائل خلیج کو پاٹنے میں کام آئے، اس کے لئے جناح کی زبان سے کنفیڈریشن کی بات بھی نکلی لیکن اس کے حق میں فضا کو وقتی طور پر ناسازگار پاکر، اس کی گنجائش پاکستان کے دستور میں زیادہ سے زیادہ نکالنے کی کوشش میں مصروف رہے۔

محمد علی جناح کی زندگی میں اگر یہ دستور بن جاتا تو ہندوستان کی طرح برطانوی ڈھانچے پر اس کے دستور کی بنیاد استوار ہوتی لیکن انسان کے اوپر بھی ایک طاقت ہے، جس پر کسی کا بس نہیں چلتا بلکہ وہ بڑے سے بڑے آدمی کو اپنی مرضی پر چلاتی ہے۔ جناح پاکستان کو اپنے خوابوں کا ملک بنانا چاہتے تھے لیکن قدرت کا فیصلہ کچھ اور ہی تھا، جس دستور کو جناح مکمل کرکے پاکستان میں نافذ کرنا چاہتے تھے وہ آج تک نہیں بن سکا اور وہ اپنا کام ادھورا چھوڑ کر ستمبر ۱۹۴۸ء میں رخصت ہوگئے اس کے بعد پاکستان ان لوگوں کے ہاتھ میں آگیا جنہوں نے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جو کوئی مخلص شہری کبھی نہیں کرسکتا۔ ●●

خود روزگاری کے لئے فوڈ پروسیسنگ اسکیم

چیلی ساس بنانے کا طریقہ

چیلی ساس ٹماٹر ساس اور ٹماٹر کیچ اپ کی ہی طرح ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ یہ چھلے ہوئے ٹماٹر سے بنایا جاتا ہے۔ جس میں بیج نہیں نکالے جاتے۔ یہ ٹماٹر کیچ اپ سے بھی زیادہ تیکھا ہوتا ہے۔ اس کا استعمال دیگر غذائی اجناس کو مزیدار بنانے کے کام آتا ہے۔ اس کا استعمال چٹنی کے طور پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ ٹماٹر کو چھیل کر اور کور ہٹا کر بیج نکالے بغیر گودا تیار کرلیا جاتا ہے۔ اس کے لئے ٹماٹر کو بھاپ یا ابلتے پانی میں چھلکا چھٹنے تک رکھا جاتا ہے اس کے بعد ٹھنڈے پانی میں ڈال کر چھلکا ہٹا لیا جاتا ہے۔ اب اس گودے میں سبھی ضروری چیزیں اور مسالے ملا کر ٹماٹر ساس کی طرح ہی پکایا جاتا ہے۔ لیکن ٹماٹر ساس کی طرح اس کی صفائی نہیں کی جاتی کیونکہ اس میں ٹماٹر کے ٹکڑے اور بیج ہوتے ہیں۔ عموماً دس کلوگرام ٹماٹر سے آٹھ تو کلوگرام چیلی ساس بن کر تیار ہوتا ہے۔ تیار چیلی ساس کو اچھی طرح صاف کئے ہوئے بوتلوں میں فوراً گرم ہی بھردیا جاتا ہے اور اچھی طرح سیل (Seal) کرنے کے بعد ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اب بھرے ہوئے بوتلوں کو ٹھنڈے، سوکھے اور جہاں روشنی نہ ہو ایسے مقام پر رکھنا چاہئے۔

سامان: چھلے ہوئے ٹماٹر دس کلو گرام، چینی ۷۵۰ کلوگرام، نمک ۱۲۵ گرام، لہسن سات گرام، پیاز ۳۵۰ گرام، لونگ آٹھ گرام، دارچینی دو گرام، رائی آٹھ گرام، کالی مرچ، زیرہ الائچی پانچ گرام، ایسٹیک ایسڈ ۶۰۰ ملی لیٹر وغیرہ۔

ٹماٹر چٹنی بنانے کا طریقہ:

ٹماٹر کو چھیل کر گودا الگ کرنے کے بعد سرکہ کے علاوہ سبھی ضروری سامان اور مسالے نکال کر کڑائی میں گاڑھا ہونے تک پکایا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس میں سرکہ ملا کر پانچ منٹ تک اور پکاتے ہیں۔ اس کے بعد گرم چٹنی کو اچھی طرح صاف کئے ہوئے بوتلوں میں بھر کر رکھ دیتے ہیں۔

سامان: دس کلوگرام ٹماٹر، چینی ۱۳ء۵ کلوگرام، نمک ۶۵۰ گرام، لال مرچ دس گرام، پیاز سات کلوگرام، ادرک ۴۵ گرام، ایسٹیک ایسڈ ۱۵۰ ملی لیٹر وغیرہ۔

ٹماٹر رس مکمل طور پر پکے ہوئے ٹماٹروں سے تیار کیا جاتا ہے۔ ادھ پکے، داغی، گلے، سبز ٹماٹروں کو چھانٹ کر نکال دینا چاہئے ورنہ اس کی کوالٹی خراب ہوجاتی ہے۔ ٹماٹر کا رس دو طریقے سے نکالا جاتا ہے، پہلے طریقے میں رس نکالنے کے لئے ٹماٹر کو کاٹ کر اپنے ہی رس میں سے تین سے پانچ منٹ تک ابالا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ رس حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے طریقے میں کٹے ہوئے ٹماٹر کو گرم کئے بغیر پلپر (Pulper) کے ذریعے رس نکالا جاتا ہے۔ ٹماٹر رس کی حصولیابی ۷۰ سے ۸۰ فیصد تک ہوتی ہے۔ دس کلوگرام ٹماٹر رس میں چالیس سے ساٹھ گرام نمک اور چینی ملانی چاہئے۔ اس سے رنگ اور خوشبو اچھی رہتی ہے۔ ٹماٹر رس میں نمک اور چینی ملانے کے بعد اسے ۸۵ سے ۸۸ ڈگری تک گرم کیا جاتا ہے اور اسی درجہ حرارت پر ڈبوں اور بوتلوں میں بھر کر بند کردیتے ہیں۔ انہیں ابلتے پانی میں پندرہ سے چالیس منٹ تک رکھا جاتا ہے۔ ڈبوں کو پانی اور بوتلوں کو ہوا میں ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔

ٹماٹر سوپ: ٹماٹر سوپ بھوک بڑھانے والا ذائقہ دار ہوتا ہے۔ ٹماٹر سوپ کو بھی ٹماٹر رس ہی کی طرح بنایا جاتا ہے۔ اس کو بنانے میں ٹماٹر رس، مکھن یا کریم اراروٹ، مسالے وغیرہ مزہ کے مطابق مختلف تناسب میں ملایا جاتا ہے۔ ۸.۵ کلوگرام ٹماٹر رس کو بڑے برتن میں رکھ کر ابالا جاتا ہے۔ استعمال ہونے والے مسالوں کو ایک تھیلی یا پوٹلی میں باندھ کر اس میں لٹکا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ الگ سے ۱.۵ کلوگرام ٹماٹر رس میں مکھن یا کریم اور اراروٹ ملایا جاتا ہے، جب رس پکتے پکتے گاڑھا ہوجاتا ہے تب اس مکسچر کو اس میں ملا کر مطلوبہ گاڑھے پن تک پکایا جاتا ہے۔ اس کے بعد رس سے مسالے کی پوٹلی الگ کردیتے ہیں۔ پھر اس میں چینی اور نمک ملا کر دو منٹ کے لئے پکایا جاتا ہے۔ گرم سوپ کو ڈبوں اور بوتلوں میں بھرنے کے بعد چالیس سے پینتالیس منٹ تک ٹھنڈا کردیتے ہیں۔ اس کے بعد ان ڈبوں اور بوتلوں کو سوکھے، ٹھنڈے مقام پر رکھ دیتے ہیں۔

سامان: ٹماٹر کا رس دس کلوگرام، چینی ۱۷۰ گرام، نمک ۱۱۲ گرام، پیاز ۱۳۰ گرام، لونگ دو گرام، دارچینی دو گرام، لال مرچ ۰.۳ گرام، سفید مرچ سفوف تین گرام، سونٹھ ۱.۴ گرام، کالی مرچ، زیرہ، الائچی دو گرام، اراروٹ ماڈہ ۴۲ گرام، کریم ۱۹۰ گرام یا مکھن ۷۰ گرام وغیرہ۔

اچار: پھلوں اور سبزیوں کو اچار بنانے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے پھلوں اور سبزیوں کو صاف کرکے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر ابال لیتے ہیں، ان ابلے ہوئے پھلوں اور سبزیوں میں نمک اور مناسب مقدار میں مسالے ملا کر کچھ دنوں کے لئے دھوپ میں رکھ دیتے ہیں جس سے اس میں کچھ کھٹا پن پیدا ہوجائے۔ اس

باقی صفحہ ۵ پر

بقیہ: ...... ''جو شریعت کے خلاف ہو''

دیں۔ اسے بے وطن کیا۔ اس کا مال واسباب لوٹا، اپنی دانست میں شکست دینے کی بھرپور کوششیں کیں۔ لیکن حق وانصاف کا پیامی اپنی دعوت پر مضبوطی سے جما رہا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ریگزار عرب میں بہاریں انگڑائیاں لینے لگیں۔ پہاڑوں کی چٹانوں سے نعرۂ توحید بلند ہونے لگا۔ خالق کائنات، معبود برحق کو انسانیت پر رحم آگیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے غریب، محنت کش اور پسماندہ لوگوں کو خاص طور سے جمع کیا اور مالدار لوگوں سے کہا کہ آج سے انسان انسان سب برابر ہیں۔ رنگ، نسل اور زبان وعلاقہ سے کوئی فوقیت نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ کی صدا کوہ فاران کی بلندیوں سے تمام دنیا میں پھیلتی چلی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا: ''اے عرب کے لوگو! تم نے مجھے کیسا پایا؟'' ایک شور بلند ہوا۔ ''اے محمدؐ! ہم نے آپ کو صادق پایا، امین پایا، دیانتدار پایا''۔ اللہ کے پیغمبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے عقب میں دشمن کا ایک قافلہ تم پر حملہ کرنے والا ہے تو تم یقین کروگے؟''۔

پھر ایک آواز بلند ہوئی—

''ہاں۔ ہاں محمدؐ۔ ہمیں یقین ہے۔ اس لئے کہ تم سچے ہو''۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ عذاب الٰہی تمہارے تعاقب میں ہے۔ اس لئے اپنے حقیقی رب کی بندگی کرو اور اس بات پر ایمان لاؤ کہ اللہ ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں''۔

یہ سننا تھا کہ باطل کی صفوں میں بے چینی پھیل گئی۔ ابھی تک جو لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق امین، سچا کہہ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بن گئے۔ آپ ﷺ کو ساحر اور جادوگر کہنے لگے۔ مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم نہیں ڈگمگائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور کہا— ''میں شہادت دیتا ہوں اللہ ایک ہے اور آپ (محمدؐ) اللہ کے رسول ہیں''۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے دنیا کی پہلی اسلام لانے والی ہستی کا اعزاز حاصل کیا۔

اور پھر ہزاروں زحمتوں، دشواریوں، مشکلات، تکالیف، پریشانیوں اور ظلم وستم کا مقابلہ کرتے ہوئے دین اسلام پوری دنیا پر چھا گیا۔ اللہ کے رسولؐ، محسن انسانیت، جو پوری دنیا کے لئے رہبر ورحمت بن کر آئے تھے جس کے سائے میں انسانیت کو پناہ ملی۔ رشتوں کا احترام اور شناخت قائم ہوئی۔

مگر افسوس! ملت آہستہ آہستہ گمراہی کے راستے پر بھٹکنے لگی اور پھر امت اس موڑ پر آگئی جہاں اسے کسی رہبر کی ضرورت ہے۔ مگر حکم باری تعالیٰ کو اللہ کے رسولؐ نے اپنے آخری خطبے میں فرمادیا تھا: ''میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا۔ میرے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا''۔

ملت اللہ کے رسولؐ کے اس فرمان کو بھول گئی۔ اپنی ذمہ داری کو فراموش کردیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کے تحفظ کی ذمہ داری امت کو سونپی تھی مگر وہ تو مغربی تہذیب کی چکاچوند میں اپنی بینائی کھوچکی ہے۔ فرقوں میں بٹ کر خود ہی اپنی رسوائی کا سامان کررہی ہے۔ اُف کتنی نادان ہے یہ ملت۔ رہبر کی منتظر ہے جبکہ قرآن و حدیث کی شکل میں رہبر ہمارے گھروں میں خوبصورت جزدانوں میں رکھا طاق کی زینت بنا ہوا ہے۔

کاش! ہم پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مقدس ومحترم مہینے میں عید میلادالنبیؐ کا جشن مناتے وقت قرآن وحدیث کی تعلیم کو ہی رہبر بناکر اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کریں۔ درود وسلام کے نذرانے پیش کریں اور ایسا کوئی عمل نہ کریں جو شریعت کے خلاف ہو۔ ●●

تاریخ کا ورق

حق گوئی

خلیفہ ہشام بن عبدالملک حج کے لئے مکہ مکرمہ آیا ہوا تھا۔ ایک دن اہل مکہ سے کہا کہ کوئی صحابی رسولؐ اگر زندہ ہیں تو ان سے ملنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ کہا گیا کہ تمام صحابہ کرامؓ وفات پاچکے ہیں۔ کہنے لگا: ''اچھا تابعی ہی سہی''۔ چنانچہ حضرت طاؤس بن کیسان یمانیؒ مکہ میں موجود تھے۔ لوگ گئے اور ان کو خلیفہ کے پاس لے آئے۔ جب وہ اس کمرے میں داخل ہوئے تو اپنے جوتے قالین کے کنارے سے لگا کر اتارے اور اس کو امیرالمؤمنین کہنے کے بجائے پکارا: ''السلام علیکم!'' پھر اس کے قریب جاکر بیٹھ گئے۔

ہشام کے چہرے پر غصے کے آثار دکھائی دیئے۔ اس وقت کا دستور تھا کہ خلیفہ کو نہایت عزت واحترام کے ساتھ امیرالمؤمنین کہہ کر کنیت کے ساتھ پکارا جاتا تھا۔ لیکن حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے کنیت کے بجائے اس سے کہا: ''ہشام تم کیسے ہو؟''

اب تو ہشام کو اور زیادہ غصہ آیا اور وہ آپے سے باہر ہوکر بولا: ''اے طاؤس آپ کو ایسا کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟''

حضرت طاؤسؒ نے فرمایا: ''میں نے کیا کیا ہے؟''

اب خلیفہ ہشام کے غصے میں اور اضافہ ہوگیا۔ بولا: ''پہلی غلطی یہ کہ آپ نے قالین کے کنارے سے لگا کر اپنے جوتے اتارے۔ (یہ ادب کے خلاف ہے) دوسری غلطی یہ کہ آپ نے مجھے امیرالمؤمنین کہہ کر سلام نہیں کیا اور مجھے میری کنیت سے پکارنے کے بجائے میرے نام سے پکارا ہے۔ مزید یہ کہ آپ نے کہا— اے ہشام تم کیسے ہو؟ بھلا حکمرانوں کو ایسے پکارا جاتا ہے؟ اور اس پر بھی طرہ یہ کہ میری اجازت کے بغیر میرے پاس آکر بیٹھ گئے؟''

حضرت طاؤسؒ نے فوراً جواب دیا: ''ہاں، میں نے تمہارے پاس داخل ہونے سے پہلے اپنے جوتے اتارے، مگر سنو! میں تو ہر روز پانچ مرتبہ اپنے رب تعالیٰ کے گھر کے دروازے پر جوتے اتارتا ہوں اور وہ کبھی مجھ سے ناراض نہیں ہوا۔

''تمہارا یہ کہنا کہ میں نے تمہیں امیرالمؤمنین کہہ کر سلام نہیں کیا، تو بات یہ ہے کہ تمام لوگ تو تمہاری خلافت سے راضی نہیں ہیں اور نہ ہی تمام مسلمان تمہیں امیرالمؤمنین مانتے ہیں۔ لہٰذا اس میں جھوٹ کا احتمال تھا، اس لئے میں نے تمہیں امیرالمؤمنین کہہ کر سلام نہیں کیا۔

''تمہارا یہ کہنا کہ میں نے تمہیں کنیت کے ساتھ کیوں نہیں پکارا اور نام لے کر کیوں پکارا ہے؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے دوستوں (نبیوں) کو مخاطب کرکے فرمایا ہے— یا داؤد، یا یحییٰ یا موسیٰ— اور اپنے بدترین دشمن کا کنیت سے ذکر کیا اور کہا— تبت یدا ابی لھب— رہا تمہارا یہ کہنا کہ میں بغیر اجازت کے تمہارے پاس آکر بیٹھ گیا، تو سنو! میں نے امیرالمؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اگر تو کسی جہنمی کو دیکھنا چاہے تو اس آدمی کو دیکھ لے جو بیٹھا ہو اور اس کے اردگرد لوگ ادب کے ساتھ کھڑے ہوں''۔ اس لئے میں کھڑا رہنے کے بجائے بیٹھ گیا''۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک یہ جواب سن کر لاجواب ہوگیا۔

(عبدالمالک مجاہد، سنہرے اوراق)

POSTED ON 2 January 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.) 42006 - 08 TO POST WITHOUT PRE PAYMENTPAGES-8.

۴؍جنوری ۲۰۰۹ء

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:-dawaturdu@indiatimes.com, dawattrust@yahoo.co.in

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION No
DL (S) - 05 / 3128 / 2006- 2008 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post)

بیمار اور بیماری سے متعلق اسلامی نظریہ

سید نصر اللہ
لچی ضلع دوبگرہ

بیماری کے بارے میں دنیا میں عجیب وغریب خیالات موجود رہے ہیں۔ عام طور پر لوگوں نے بیماری کو ایک مصیبت اور عذاب الٰہی سمجھا ہے۔ کبھی بیماریوں کو جن بھوت اور بدروحوں کا اثر قرار دیا ہے۔ چنانچہ توہم پرست لوگوں نے علاج کے نام پر بیماروں کے ساتھ نہایت تکلیف دہ سلوک کئے ہیں۔ بلکہ جہالت میں گرفتار لوگوں میں اب تک بھی یہی صورتحال پائی جاتی ہے۔ بیمار اور بیماری کے بارے میں اسلام کا نظریہ کیا ہے؟ یہاں وہ تمام احادیث جمع کی جارہی ہیں جو بیماری کے سلسلے میں اسلام کا نقطۂ نظر واضح کرتی ہیں نیز یہ کہ چھوت چھات کی اصل کیا ہے۔ متعدی امراض کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے؟

کون نہیں جانتا کہ ہر ترقی کے لئے انسان کو ایک امتحان سے گزرنا ہوتا ہے۔ کوئی کامیابی آزمائش وامتحان کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ چنانچہ کلام اللہ میں اس مضمون کی متعدد آیات موجود ہیں کہ آیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تمہیں آزمائش وامتحان کے بغیر ہی فلاں فلاں نعمت ورحمت حاصل ہوجائے گی اس سلسلے میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۶ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۷ و ۱۸۵ سورہ فاطر کی آیت نمبر ۱۴۲ خاص طور پر قابل غور ہیں۔ رہا یہ سوال کہ امتحان وآزمائش کسی چیز کی ہوگی۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے: ''اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر فاقہ کشی جان ومال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کرکے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں آپ ان لوگوں کو خوشخبری دے دیجئے جو صبر کرتے ہیں اور جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے (سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۵۴۔۱۵۶) گویا آزمائش کی دوسری صورتوں میں جان کا نقصان بھی شامل ہے۔ وہ موت کی صورت میں ہو یا کسی بیماری کی صورت میں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بزرگ اور صوفیائے کرام بیماری کو رحمت الٰہی کا ایک ذریعہ اور ترقی مدارج کا ایک زینہ قرار دیتے ہیں اور جو کسی بیماری سے دوچار نہ ہوا اسے محروم سعادت سمجھتے ہیں۔

اسلام مذہب فطرت ہے۔ اس کے تمام قوانین اور اصول فطرت کے عین مطابق ہیں۔ چنانچہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ بیماری عذاب نہیں بلکہ رحمت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ یہ ہمارے لئے خیر وبرکت اور فلاح وکامرانی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کریم جسے بھلائی پہنچانا چاہتا ہے اسے تکلیف سے دوچار کرتا ہے''۔ (موطا امام مالک) روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ بیماری سرکش انسان کو بھی ڈھیلا کردیتی ہے سخت سے سخت دل انسان کے اندر بھی سوز وگداز پیدا کردیتی ہے۔ بیماری میں اچھے اچھوں کی زبان پر نام خدا آجاتا ہے اور دلوں میں یاد خدا پیدا ہوجاتی ہے۔ کوئی شخص بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دو فرشتے بھیجتا ہے اور فرماتا ہے دیکھو وہ اپنے عیادت کرنے والوں کے ساتھ کیا گفتگو کرتا ہے۔ اگر (بیمار) ان کے آنے پر اللہ کی حمد وثنا کررہا ہو تو وہ اللہ کے پاس یہ اطلاع لے جاتے ہیں۔ جبکہ وہ خود بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہے۔ اگر میں اسے موت سے ہمکنار کروں گا تو اسے جنت میں داخل کروں گا اور اگر اسے شفا بخشوں گا تو اس کا (خراب) گوشت اچھے گوشت سے اور (گندا) خون اچھے خون سے بدل دوں گا اور اس کے گناہ بھی اس سے دور کردوں گا (اس حدیث کے راوی عطار بن یسار (رضی اللہ عنہ ہیں) (موطا امام مالکؒ)۔

بعض حضرات بیماری کو شامت اعمال اور گناہوں کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ بیماری کسی سابقہ گناہ کا خمیازہ ہے۔ حالانکہ بیماری گناہوں کا نتیجہ نہیں بلکہ کفارہ ہے۔ اس ضمن میں ہم حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ارشادات گرامی نقل کرتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ مومن کی تمام خطائیں ایک رات کے بخار سے دور فرمادیتا ہے''۔
(الترغیب والترہیب)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بخار کا ذکر کیا گیا ایک شخص نے بخار کو برا بھلا کہا تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخار کو برا بھلا نہ کہو کہ یہ گناہوں کو یوں پاک صاف کردیتا ہے۔ جیسے آگ لوہے کے زنگ اور میل کو نکھار دیتی ہے۔ (ابن ماجہ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہوں کا کفارہ اجر وثواب کا پیش خیمہ اور حسنات کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص فوت ہوگیا۔ کسی نے کہا کیسی اچھی موت پائی کہ بیمار نہ پڑا اور موت سے ہمکنار ہوگیا۔ یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر افسوس ہے تمہیں معلوم نہیں۔ اگر اللہ اسے کسی بیماری میں مبتلا کردیتا تو اس کی خطائیں اس سے دور ہوجاتیں۔
(موطا امام مالکؒ)

ایک دوسرے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اس مومن پر تعجب ہوتا ہے جو مومن بھی ہو اور بیماری پر بے صبری کا اظہار بھی کرتا ہو۔ اگر اسے علم ہوتا کہ بیماری میں اس کے لئے کیا فوائد ہیں تو وہ لازم پکڑ لیتا کہ وہ بیمار ہی رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جاملے۔ بیماری کا کچھ اور اثر ہو یا نہ ہو عام طور پر بیماری کے اندر انسان کے معمولات میں ضرور فرق آجاتا ہے۔ سونے جاگنے کے اوقات ہوں یا فرائض کی ادائیگی۔ نوافل وسنت ہوں یا زندگی کے دوسرے مفید کام بسا اوقات بیماری میں ان میں ایک رکاوٹ ضرور بن جاتی ہے۔ مثلاً زخمی کا وضو نہ کرسکنا کمزور کا کھڑے ہوکر نماز ادا نہ کرسکنا۔ آنکھوں کی تکلیف میں کلام اللہ کا مطالعہ نہ کرپانا اور خدمت خلق کے بہت سے کاموں سے محروم ہوجانا۔ اس سے دل میں قدرتی طور پر ایک خلش ضرور پیدا ہوتی ہے کہ بیماری کے سبب کچھ نیکیوں سے محروم ہوگئے۔ لیکن قربان جایئے اللہ کی کریمی کے کہ اس نے اپنے رسول اکرمؐ کی زبانی کہلوادیا۔ اللہ کا کوئی بندہ جب بیمار پڑ جاتا ہے یا سفر میں ہوتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں اس قدر نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں جتنی وہ قیام کے دوران یا صحتمندی کے عام دنوں میں کرتا ہے۔ (بخاری شریف)

باقی صفحہ ۶ پر

بقیہ: بنگلہ دیش میں جمہوریت کی واپسی

درج ذیل ہے:

	باری سال	چٹاگانگ	ڈھاکہ	راج شاہی	کھلنا	سلہٹ	مجموعی
بنگلہ دیش عوامی لیگ	(۲۱)	(۵۸)	(۹۴)	(۷۳)	(۳۶)	(۱۹)	
(سربراہ شیخ حسینہ واجد)	۱۲	۳۰	۸۷	۴۸	۳۰	۱۷	۲۲۸
بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی	۲	۱۵	ـ	۸	۲	ـ	۲۷
(سربراہ بیگم خالدہ ضیاء)							
جاتیہ پارٹی	۲	۲	۵	۱۴	۲	۲	۲۷
(سربراہ جنرل حسین محمد ارشاد)							
جاتیہ سماج تانترک دل	ـ	۲	ـ	ـ	۱	ـ	۳
جماعت اسلامی بنگلہ دیش	ـ	۲	ـ	ـ	ـ	ـ	۲
بنگلہ دیش ورکرز پارٹی	ـ	ـ	۱	۱	ـ	ـ	۲
بنگلہ دیش جاتیہ پارٹی	۱	ـ	ـ	ـ	ـ	ـ	۱
لبرل ڈیموکریٹک پارٹی	ـ	۱	ـ	ـ	ـ	ـ	۱
آزاد	ـ	۱	۱	۱	۱	ـ	۴
							۲۹۵

	باری سال	چٹاگانگ	ڈھاکہ	راج شاہی	کھلنا	سلہٹ	مجموعی
بنگلہ دیش عوامی لیگ	۳	۴	۳۱	۹	۸	۷	۶۲
(سربراہ شیخ حسینہ واجد)							
بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی	۱۷	۵۰	۵۶	۴۲	۱۹	۹	۱۹۳
(سربراہ بیگم خالدہ ضیاء)							
جاتیہ پارٹی	ـ	۱	ـ	۱	۲	ـ	۴
(سربراہ جنرل حسین محمد ارشاد)							
جماعت اسلامی بنگلہ دیش	۱	۲	ـ	۶	۷	۱	۱۷

جہاں تک پچھلے عام الیکشن سے موازنہ کا تعلق ہے تو اس میں زمین آسمان کا فرق آگیا ہے۔ اس کا اندازہ درج ذیل اعداد وشمار سے کیا جاسکتا ہے۔

اس بار جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے ۳۸ امیدوار میدان میں تھے ان میں سے صرف دو کو کامیابی ملی، دوسرے تمام امیدواروں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے ایک امیدوار جناب مطیع الرحمن نظامی کو عوامی لیگ کے امیدوار کے ہاتھوں شکست ہوئی انہیں مجموعی طور پر ۱۲۲۹۴۴ ووٹ ملے اور دوسرے نمبر پر رہے جبکہ ان کے حریف عوامی لیگ کے امیدوار کو ۱۳۵۰۱۲ ووٹ ملے۔ اس کے ایک دوسرے امیدوار ابوالبشر محمد عبدالسبحان کو ۱۳۱۶۶۳ ووٹ ملے، ان کے حریف عوامی لیگ کے امیدوار کو ۱۶۱۳۱۳ ووٹ ملے۔ جماعت اسلامی کے زیادہ تر امیدواروں کو عوامی لیگ کے امیدواروں کے ہاتھوں شکست ہوئی مگر کہیں کہیں جاتیہ پارٹی کے امیدواروں نے بھی شکست دی ہے۔ زیادہ تر حلقوں میں یہ دوسرے نمبر پر رہے ہیں لیکن کئی حلقوں میں تیسرے نمبر پر بھی رہے ہیں۔ بعض حلقوں میں غیر مسلم امیدواران کے مقابلے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

●●

بقیہ: کیا یہ یادگاریں فلاحی مملکت کا عملی نمونہ ہیں؟

کے لئے مزید ۳۵ کروڑ مطلوب ہوں گے۔

اس پروجیکٹ پر نومبر ۲۰۰۷ء میں کام شروع ہوا تھا اور حکومت نے اس کی تکمیل کے لئے مارچ ۲۰۰۹ء کی تاریخ مقرر کی ہے۔ اس میں مایاوتی اور کانشی رام کے دیو قامت اٹھارہ اٹھارہ فٹ کے کانسے کے مجسمے نصب کئے گئے ہیں۔ مین گیٹ کے پاس ایک درجن سے زیادہ بڑے بڑے پتھروں کے ہاتھی کھڑے کئے گئے ہیں۔ اصل پتھر کی باؤنڈری منہدم کردی گئی اور اس سے زیادہ خرچ سے نئی پتھر کی باؤنڈری تیار کی جارہی ہے۔ درمیان میں ایک بڑے گارڈن کا منصوبہ ہے۔ یادگار کے چاروں کونوں پر تیس تیس فٹ اونچے فوارے نصب کئے گئے ہیں۔

کانشی رام میموریل کے اندر ۱۳۰ فٹ بلند ایک ڈھانچہ کانشی رام میوزیم کے نام سے تیار کیا جارہا ہے جو گیارہ ایکڑ زمین پر مشتمل ہے اس پر سو کروڑ روپے سے زیادہ صرفہ کا تخمینہ ہے۔ اس کے اندر کانشی رام کا ایک دیو قامت مجسمہ ہوگا اور دلتوں سے متعلق ریسرچ پیپرس وکتابوں جیسے سازوسامان پر مشتمل ایک لائبریری، کانشی رام، امبیڈکر اور مایاوتی سے متعلق تصاویر اور دوسرا سامان بھی ہوگا۔

ساؤتھ ایونیو میں کانشی رام بہوجن نائک پارک اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کی پراپرٹی پر تیار کیا جارہا ہے۔ یہاں ایک بنگلہ تھا جو بی ایس پی کے ہیڈ کوارٹر کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اس کو منہدم کردیا گیا ہے۔ یہ پروجیکٹ لکھنؤ کے اہم علاقہ میں کروڑ روپے کی قیمت والی ۴۸۰۰ مربع میٹرز زمین پر تیار کیا جارہا ہے اس کا کام کیم مئی ۲۰۰۸ء کو شروع کیا گیا تھا تاہم مایاوتی نے یہاں کانشی رام کی برسی کے موقع پر ۹ اکتوبر کو ایک پارک کا افتتاح کیا۔ پارک کے درمیان میں کانشی رام اور مایاوتی کے مجسمے نصب کئے گئے ہیں۔

امبیڈکر میدان کو کانشی رام میموریل میں تبدیل کردیئے جانے کے بعد شہر میں سیاسی ریلیوں اور کلچرل پروگراموں کی ضرورت تھی اس لئے حکومت نے بجنور روڈ پر ایک ریلی گراؤنڈ تیار کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کو امبیڈکر کی بیوی رما بائی امبیڈکر کا نام دے دیا۔ یہ ۲۰۰۷ء میں خواجہ پور کے گاؤں والوں سے ایکوائر ۱۵۱ ایکڑ زمین پر بنایا جارہا ہے جس پر ۶۵ کروڑ روپے صرفہ کا تخمینہ ہے۔ ایک بہت بڑا پرماننٹ اسٹیج اور دو وی وی آئی پی ڈائس زیر تعمیر ہیں۔ اس کے درمیان میں رما بائی امبیڈکر کا مجسمہ نصب کیا گیا ہے اور ایک پولیس بیرک قائم کی گئی ہے۔ ریلیوں میں آنے والوں کے لئے رات میں ٹھہرنے کی غرض سے ایک رین بسیرا بھی بنایا جائے گا۔ گزشتہ دنوں ہاؤسنگ ڈپارٹمنٹ نے اورنگ آباد خالصہ اور اورنگ آباد جاگیر گاؤوں میں ریلی گراؤنڈ کے لئے ایک پارکنگ تیار کرنے کی غرض سے سو ایکڑ زمین ایکوائر کرنے کا نوٹیفکیشن جاری کیا تھا۔

الہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بنچ میں گورنمنٹ کے فیصلے کو چیلنج کرنے کے لئے مفاد عامہ کی تین پٹیشن دائر کی گئیں تو کورٹ نے ایکوائر کرنے کے لئے نوٹیفائڈ علاقہ میں کسی بھی قسم کے انہدام یا تعمیر کو ممنوع قرار دے دیا جہاں الہ آباد ہائی کورٹ نے سرتی اپون کے اندر کسی بھی قسم کی مستقل تعمیر سے حکومت کو روک دیا ہے جو کارگل کی لڑائی میں مارے جانے والوں کی یاد میں ۱۱۰۱ ایکڑ پر تیار کیا گیا تھا۔ حکومت نے اپون سے ۸۰ ایکڑ زمین سانسکر تک استھل بنانے کے لئے الگ کرلی جسے کانشی رام سانسکر تک استھل کا نام دیا گیا ہے۔ یہاں کلچرل پروگرام منعقد کرنے کا منصوبہ ہے۔ حکومت نے اس کے لئے ۹۰ کروڑ روپے مختص کردیئے ہیں۔ اکتوبر میں کانشی رام اور مایاوتی کے مجسمے بھی نصب کردیئے گئے۔ سرتی اپون کے اردگرد چونار ماربل کی ایک چہار دیواری بھی کھڑی کردی گئی ہے۔

ایل ڈی اے نے ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر سماجک پریورتن استھل گومتی ندی کے کنارے دو ایکڑ علاقے میں تیار کیا ہے۔ یہ کام نومبر ۲۰۰۷ء میں شروع کیا گیا اور اپریل ۲۰۰۸ء میں مکمل ہوگیا جس پر سات کروڑ روپے خرچ ہوئے۔

ڈاکٹر امبیڈکر اور ان کی بیوی رما بائی کے مجسموں کے مدمقابل جہاں کانشی رام اور مایاوتی کے کانسے کے مجسمے نصب کئے گئے ہیں ان کی رونمائی خود مایاوتی نے امبیڈکر کے یوم پیدائش ۱۴ اپریل کو کی تھی۔ لیکن کیم جون کو مایاوتی کا مجسمہ گرادیا گیا کیونکہ دوسرے مجسمے پندرہ پندرہ فٹ بلند ہیں جبکہ مایاوتی کا بارہ فٹ اونچا تھا اس کے بعد مایاوتی کا مجسمہ بھی دوسرے مجسموں کے برابر لمبائی والا نصب کیا گیا۔ مال ایونیو پر ایک گیسٹ ہاؤس مانیہ ور کانشی رام یادگار وشرام استھل کے نام سے تعمیر کیا جارہا ہے یہاں پہلے ۴۲۲۵ مربع میٹر پر مایاوتی کے لئے سابق وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے ایک بنگلہ بنایا گیا تھا، جسے بعد میں یادگار کی تعمیر کے لئے منہدم کردیا گیا۔ اطلاع کے مطابق بارہ کروڑ روپے کے صرفہ سے یہاں گیسٹ ہاؤس دو بڑے ہالوں اور دو درجن سے زیادہ ایئر کنڈیشن روموں اور ایک گارڈن پر مشتمل ہوگا۔

عالم باغ میں وی آئی پی روڈ پر ۶۰۰۰۰ مربع میٹرز زمین پر لارڈ بدھا کے نام پر بدھا استھل اینڈ شارک کینال فرنٹ ڈیولپمنٹ تیار کیا جارہا ہے جس پر ۹۰ کروڑ روپے صرفہ کا تخمینہ ہے۔ گوتم بدھ کے ایک دیو قامت مجسمہ کے لئے ایک بڑا پلیٹ فارم بھی تیار کیا جارہا ہے۔ مجسمہ کے اوپر سنگی چھتر نصب کرنے کے لئے پچاس پچاس فٹ بلند چار ستون تیار کئے جارہے ہیں۔ پارک کے تین جانب پتھر کے ستون قائم کئے جائیں گے جن کے اوپر ہاتھی کا سر بنا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی کان پور روڈ سے بنگلہ بازار تک ۳.۵ کلو میٹر طویل ایک شاردا کینال سو کروڑ روپے کے تخمینہ سے بنائی جارہی ہے۔

اس پروجیکٹ کو پورا کرنے کے لئے حکومت نے پری کلپ نگر کالونی میں تقریباً ڈیڑھ سو فلیٹوں اور محکمہ زراعت کی سنٹرل ڈیزائن ڈائریکٹوریٹ کی بلڈنگ کو ۱۱ نومبر کی رات میں ایک آپریشن کے ذریعے منہدم کیا تھا۔ بڑی تعداد میں درخت بھی کاٹ ڈالے گئے۔ انہدامی کارروائی کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا تو یوپی حکومت نے سپریم کورٹ میں اسپیشل پٹیشن دائر کردی جو زیر التوا ہے۔ پی ڈبلیو ڈی دوگول اور دوتکونے کراسنگ سمتا ملک چوراہے پر تیار کررہا ہے جہاں امبیڈکر، چھترپتی شیواجی، نرائن گرو اور جیوتی با پھولے کے مجسمے نصب کئے جائیں گے۔

ایل ڈی اے جیوموکراسنگ سے متصل گاندھی سیتو پر ایک نیو گیٹ وے بھیم راؤ امبیڈکر سماج پریورتن استھل چوراہا کے نام سے تیار کررہا ہے جس پر دس کروڑ روپے صرفہ کا تخمینہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب کام کسی فلاحی، جمہوری، سیکولر مملکت کے لئے مثالی کام قرار دیئے جاسکتے ہیں؟ کیا منوواویوں کی ضد کا مطلب محض چند دلتوں کو ردعمل کے طور پر سارا مقام دیا جاسکتا ہے اور کیا کسی شاہی خاندان یا کسی ڈکٹیٹر کی حکومت میں بھی اس طرح من مانے، جنونی اور دیوانگی کے انداز میں کوئی کام کرنے اور دولت بہانے کی تاریخ ہے؟

●●

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایمانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ''دعوت'' ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمن
سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی
عمیر کوثی ندوی، اشرف علی بستوی

دعوت

بیرونی قارئین کے لئے ضروری اعلان

محکمۂ ڈاک وتار حکومت ہند نے ڈاک وتار کے نرخ برائے بیرونی ممالک پر نظر ثانی کی ہے اور ملک سے باہر جانے والے رسائل وجرائد کے محصول ڈاک میں کچھ اضافہ کردیا ہے۔ ظاہر ہے سہ روزہ دعوت پر بھی اس نئے ضابطے کا اطلاق ہوا ہے، جس کی نتیجے میں سہ روزہ دعوت کے غیر ملکی خریداروں پر بوجھ کچھ بڑھ گیا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ بوجھ صرف ان سالانہ خریداروں کو اٹھانا پڑرہا ہے جو دعوت اس کے دفتر واقع دہلی سے براہ راست بذریعہ ڈاک منگاتے ہیں۔ اس کی قیمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے وہ علی حالہ ۲ ریال ہی ہے، امید ہے آپ اس اضافی بوجھ کو برداشت کرتے ہوئے اپنا تعاون بدستوری جاری رکھیں گے اس تعاون کے لئے ہم آپ کے شکرگزار رہیں گے۔ (منیجر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باپ کی رضا کے ساتھ خداوند عالم کی خوشنودی وابستہ ہے اور باپ کے غصے کی وجہ سے خدا تعالیٰ بھی ناراض ہوجاتا ہے۔ (ترمذی شریف)

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings
#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna,
S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ پاور دھوپ کے

چشمے ہی چشمے

چشمہ ساگر معتبر گنج، شہر اعظم گڑھ، (یوپی)

کیا آپ گھریلو انڈسٹری لگانا چاہتے ہیں؟

اردو میں جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ کتابوں کا مطالعہ کرکے
اپنی بیکاری دور کریں اور اپنی زندگی میں بہار لائیں

- سوپ وڈیٹرجنٹ انڈسٹریز (Rs.75/-)
- فوڈ پروسیسنگ انڈسٹریز (Rs.75/-)
- ربر وپلاسٹک انڈسٹریز (Rs.95/-)
- کاسمیٹکس انڈسٹریز (Rs.75/-)
- خواتین وروزگار نمبر (Rs.40/-)
- مرغی پالن گائیڈ بک (Rs.25/-)
- کامیاب کاروباری نمبر (Rs.20/-)
- صنعت وتجارت سلور جبلی نمبر (Rs.40/-)
- اسپورٹس گڈس نمبر (Rs.15/-)
- بکری پالن گائیڈ بک (Rs.25/-)
- چھوٹے پیمانے کی منافع بخش انڈسٹریز حصہ اوّل (Rs.90/-) حصہ دوم (Rs.90/-)

تمام کتابیں ایک ساتھ منگوانے پر چھ مہینے تک ماہنامہ رہبر صنعت وتجارت مفت پایئے

RAHBAR-E-SANAT-O-TEJARAT
24-C, BRIGHT STREET, KOLKATA-700017
PH.: 033-22806152, MOB.: 09331001824

سردی کے موسم میں

☆ غریب، نادار، بے سہارا، بیواؤں، مساکین اور واقعی ضرورت مندوں کو سردی سے بچانے کے لئے تعاون فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ ☆ فی لحاف-/500، فی گدا-/300، فی کمبل-/300 روپیہ

اپیل کنندگان

پرواز رحمانی (صدر)	نسیم غازی (نائب صدر)	جاوید اقبال (سکریٹری)	معین الدین (معاون سکریٹری)	مولانا محمد فاروق خاں (خازن)

الفلاح اسلامک سوسائٹی (رجسٹرڈ)
E-20، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵، فون نمبر 011-26953327, 011-23276741, 09212567559

تذکارِ صحابیات
رضی اللہ تعالیٰ عنہن

نامور مورخ وتذکرہ نویس طالب ہاشمی کے محققانہ قلم سے رسولِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی گیارہ (۱۱) ازواجِ مطہرات اور دو سو پانچ (۲۰۵) قدسی صفات صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ایمان بخش واقعات اور یقین افروز حالات۔

پوری کتاب تاریخی حقائق اور مستند ومعتبر حوالوں سے مزین۔

خواتین کی مجلسوں میں پڑھ کر سنانے اور ان کے اندر جذبۂ ایمانی پیدا کرنے کے لیے ایک اہم، معتبر اور دستاویزی کتاب۔

لڑکیوں کی شادیوں کے مواقع پر انھیں ہدیے کے طور پر پیش کرنے کے لیے ایک قیمتی تحفہ۔

سائز: ۲۳x۳۶/۱۶ ● صفحات: ۴۵۶ ● قیمت: -/Rs.160 (مجلد)

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ ۲۵
Post Box. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110 025
Phones:26971652,26954341, Fax:26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com Website: www. mmipublishers.net

'لمعات حرم' اور 'سلسبیل' کے بعد

صبحِ صادق

ڈاکٹر تابش مہدی کے قلم سے

محبت رسولؐ سے سرشار کرنے والی نعتوں اور دلوں میں عظمتِ صحابہؓ کو اجاگر کرنے والی منقبتوں کا تیسرا دلکش ودل پذیر مجموعہ۔ عمدہ کاغذ، معیاری طباعت اور روشن کتابت

☆ سائز: ۲۲x۳۶/۱۶ ☆ صفحات: ۱۴۴ ☆ قیمت: 150/=

مصنف کی دوسری کتابیں 'وہ گلیاں یاد آتی ہیں' (Rs50/=) 'کنکر بولتے ہیں' (Rs100/=) اور 'اردو تنقید کا سفر' (Rs.210/=) بھی طلب کی جاسکتی ہیں۔

ادبیات عالیہ اکادمی
جی ۵/ اے، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
فون: (011)26970736 موبائل: 09818327947